7

محشر



(غوث بہار)
(۱۹۵۲ء۔۲۰۱۸ء)

مصنف کا تعارف

غوث بہار بلوچستان سے تعلق رکھنے والے ایک ممتاز بلوچی شاعر، ادیب، محقق اور ماہرِ لسانیات تھے۔ ان کا پورا نام غوث بخش بہار تھا۔ وہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے ساحلی شہر اور ماڑہ سے تعلق رکھتے تھے۔ غوث بہار نے اپنی زندگی بلوچی زبان وادب کی ترقی، ترویج اور حقوق کے لیے وقف کر دی۔ انھوں نے بلوچی ادب میں ہائیکو اور دیگر اصناف میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

غوث بہار بلوچی زبان کے جدید اور ترقی پسند ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں قومی شعور اور ترقی پسندی نمایاں نظر آتی ہے۔ انھوں نے بلوچی زبان میں انقلابی اور سماجی شعور سے بھرپور شاعری کی۔ بلوچی شاعری میں جدید رجحانات کو فروغ دیا۔ وہ بلوچی زبان کے ایک کہنہ مشق ماہرِ لسانیات تھے۔ ان کا مشہور افسانہ ''محشر'' ہے، جسے اردو میں غنی پرواز نے ترجمہ کیا۔ یہ افسانہ انسانی نفسیات، سماجی مسائل اور قومی شعور کو اجاگر کرتا ہے۔ انھوں نے بلوچی ادب کی کئی شاہ کار تحریروں کا ترجمہ بھی کیا۔ غوث بہار نے بلوچی زبان پر تین کتابیں، متعدد مضامین، مقالے اور تحریریں شائع کیں جو بلوچی زبان کی ترقی کی ضامن ہیں۔ انھوں نے تراجم اور بلوچی زبان میں افسانوں کے مجموعے شائع کیے۔ انھوں نے بلوچی ادب اور سماج کی خدمت کسی صلے اور ستائش سے بالاتر ہو کر کی۔

غوث بہار کی زندگی جدوجہد، قید و بند اور ادبی خدمات سے بھرپور ہے۔ اُن کا انتقال 2018ء میں ہوا۔

تدریسی مقاصد:

- ☆ بلوچی ادب اور اس کے اردو ترجمے کی اہمیت سے روشناس ہونا
- ☆ افسانے کے پلاٹ اور اہم واقعات کو ترتیب سے بیان کرنا
- ☆ افسانہ ''محشر'' کے کرداروں اور ان کی نفسیاتی کیفیات کا ادراک کرنا
- ☆ افسانے میں بیان کردہ فکر اور انسانی جذبات و احساسات سے آشنائی حاصل کرنا

مشکل الفاظ کے معانی

نمبر (48) **محشر:** (قیامت کے دن اکٹھا ہونے کی جگہ، روزِ قیامت)، **دوپہر:** (تقریباً بارہ بجے کا وقت، ایک پہر کا دوگنا وقت یعنی چھے گھنٹے)، **سوا نیزے پر آفتاب آنا:** (مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن سورج زمین کے بہت قریب آ جائے گا، سخت گرمی پڑنا، مصیبت کا وقت آنا)، **شدّت:** (سختی، کثرت، زیادتی)، **چٹیل:** (سنسان، ایسی جگہ جہاں دور تک کوئی درخت اور پانی نہ ہو)، **تپنا:** (گرم ہونا، جلنا)، **توا:** (لوہے کا گول پتّر جس پر روٹی پکاتے ہیں)، **مانند:** (مثل، جیسا، کی طرح، مشابہ، یہ لفظ کسی چیز کے برابر یا اس سے ملتا جلتا ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے)، **یکا یک:** (فوراً، اچانک، دفعتاً)، **گرد:** (غُبار، دھول، مٹی)، **حیوان:** (جانور، جان دار، کسی بھی مخلوق کو کہتے ہیں جو چل پھر سکتی ہے اور محسوس کر سکتی ہے)، **عمارت:** (مکان، گھر، دکان، یا کوئی تعمیر جو دیواروں اور چھتوں پر مشتمل ہو)، **خوش شکل:** (خوب صورت، حسین)، **قد آور:** (لمبے قد کا، بڑے ڈیل ڈول والا، مانی ہوئی شخصیت، ممتاز شخصیت)، **سفید پوش:** (صاف ستھرے کپڑے پہننے والا، وہ شخص جو کم آمدنی ہونے کے باوجود باوقار زندگی گزارتا ہے، معزز شخص)، **نگاہیں:** (نگاہ کی جمع، نظریں، آنکھیں)، **حیرت:** (تعجب، حیرانی)، **لحہ بہ لحہ:** (وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، آہستہ آہستہ)، **قریب سے قریب تر:** (سب سے زیادہ قریب، انتہائی قریب)، **نمودار:** (ظاہر، عیاں، نظر آنے والا، واضح، نمایاں)،

پگڑی: (دستار، عمامہ)، پیوند: (پھٹے ہوئے کپڑے وغیرہ پر لگایا ہوا جوڑ)، چوڑی: (وسیع، کشادہ)، گریبان: (گلا، گردن، کرتا یا قمیص کا وہ حصہ جو سینہ پر ہوتا ہے)، آستین: (کپڑے کا وہ حصہ جو بازو کے اوپر ہوتا ہے، یہ کپڑے کا وہ حصہ ہوتا ہے جو بازو کو ڈھانپتا ہے)، عاری: (خالی، محروم)، چہرہ: (صورت، مکھڑا، سامنے کا رُخ، شکل، حلیہ، انسانی سر کے سامنے والا حصہ جو ماتھے سے لے کر ٹھوڑی تک ہوتا ہے)، گرد آلود: (غبار آلود، خاک میں ملا ہوا، جس پر دھول پڑی ہوئی ہو)، جانب: (طرف، سمت)، پاسبان: (نگہبان، چوکیدار، دربان)، صُور: (وہ سینگ یا بگل جسے پھونک سے بجاتے ہیں)، زوردار: (قوی، مظبوط، طاقت ور، پوری طاقت کے ساتھ، تند و تیز)، ہکلانا: (زبان کا لڑکھڑانا، لکنت کرنا، اٹک اٹک کر بولنا یا بات کرنا)، بے چینی: (بے قراری، بے آرامی، پریشانی)، منت سماجت: (کسی سے بہت عاجزی سے فریاد یا التجا کرنا، گڑگڑا کر مانگنا یا دعا کرنا)، مُسکرانا: (چہرے سے مسرت کا اظہار کرنا، ہونٹوں ہی ہونٹوں میں ہنسنا)، حیرانی: (تعجب، حیرت، پریشانی، عالمِ حیرت)، انوکھی: (نرالی، سب سے الگ، عجیب و غریب)

سبق نمبر (49) شعاع: (سورج کی روشنی، کرن، تجلی)، رحم: (مہربانی، شفقت، نرم دلی، ترس، ہمدردی)، بے چارہ: (بے بس، مجبور، عاجز)، احساس: (جذبہ، جوش، یہ کسی چیز کے محسوس کرنے کے عمل کو کہتے ہیں)، بیدار ہونا: (جاگنا، سو کر اٹھنا)، اجازت: (منظوری، کوئی کام کرنے کی رضا، رُخصت)، صبر: (برداشت، بُردباری، تحمل، توکل، قناعت)، رجسٹر: (ایسی کتاب یا دفتر جس میں نام، حساب یا دیگر معلومات لکھی جائیں)، بے شک: (بلاشبہ، یقیناً، شک و شبہ سے بالاتر)، رحیم: (شفیق، ہمدرد، مہربان، رحم کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام)، مہربان: (محبت یا شفقت کرنے والا، ہمدردی سے پیش آنے والا، شفیق، رحم دل)، دریافت کرنا: (کھوج لگانا، پتہ لگانا، تفتیش یا پوچھ گچھ کر کے معلوم کرنا، تحقیق کرنا)، پسینہ: (وہ نمی یا رطوبت جو بدن کے مساموں سے نکلے)، شرابور: (سر سے پاؤں تک بھیگا یا ڈوبا ہوا، بھیگا ہوا، گیلا)، اطمینان: (تسلی، یقین، سکون، بھروسا، دل جمعی، بے فکری)، بوجھ: (وزن، بار، ذمہ داری)، اوراق: (کاغذ کے ورق، کتابوں کے صفحات)، دوزخ: (آگ کے وہ طبق جو گناہ گاروں کی سزا کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، مرنے کے بعد گناہ گاروں کو عذاب یا سزا دینے کے لیے ان میں رکھا جائے گا)، انگارے: (دہکتے ہوئے کوئلے، شعلے)

سبق نمبر (50) عاجزی: (خاکساری، عجز، انکسار، بے بسی)، اَن جانی: (نا آشنا، جس کے بارے میں علم یا واقفیت نہ ہو)، منزل: (ٹھہرنے کی جگہ، مقام، مسکن)، جانب: (سمت، رخ، پہلو)، تھک جانا: (محنت سے دماغ کا شل اور عاجز ہو جانا، نڈھال ہونا، جسمانی، ذہنی یا جذباتی توانائی میں کمی کا احساس)، بعض: (چند، کچھ)، رفتار: (چال چلن، رَوش)، بالآخر: (آخر کار، آخر)، گارا: (گندھی ہوئی مٹی جس سے اینٹیں چنتے یا لپائی کرتے ہیں)، اردگرد: (آس پاس، قرب و جوار میں، پاس پڑوس میں، نزدیک)، مناظر: (چیزیں جو نظر آئیں، نظارے، تماشے، بہت سے منظر)، چاردیواری: (چار دیواروں سے گھرا ہوا احاطہ یا کمرا، گھر یا مکان کا احاطہ)، مانند: (مثل، مشابہ، مطابق، جیسا، ہو بہ ہو)، خوش شکل: (خوب صورت، حسین)، قدآور: (لمبے قد کا، ممتاز شخصیت)، رَد کرنا: (مسترد کرنا، نامنظور کرنا، ٹھکرانا، ترک کرنا)، ہم پیشہ: (ایک ہی پیشہ کرنے والے، ایک ہی طرح کے کاروباری افراد)، سخت گرمی: (بہت زیادہ تیز اور جھلسا دینے والی گرمی، انتہائی تیز اور شدید گرمی)، شدید گرمی: (بہت تیز اور نا قابلِ برداشت گرمی جھلسا دینے والی گرمی)، مزید: (زیادہ، اور بھی، اضافی، زائد)، برداشت کرنا: (تحمل کرنا، صبر و ضبط سے کام لینا)، حیرت سے: (تعجب سے، حیرانی سے)، تکنا: (بغور دیکھنا، گھورنا، ٹکٹکی باندھنا)، دربدر پھرنا: (آوارہ پھرنا، کوچہ گردی کرنا، مصیبت اور پریشانی کی حالت میں جگہ جگہ مارے پھرنا)، باشندہ: (ساکن، رہنے والا، بسنے والا، کسی جگہ پر رہائش اختیار کرنے والا شخص)، گوش گزار کرنا: (سنانا، بتانا، آگاہ کرنا)، شاید: (ممکن ہے، غالباً، ہو سکتا ہے، امکان ہے)، اعلان: (ظاہر کرنا، مشہور کرنا، ڈھنڈورا پیٹنا)، فرق: (تمیز، اختلاف، کسی چیز کو دوسری چیز سے جدا کرنا)، اُلجھن: (پریشانی، بے چینی، اضطراب، تشویش، کش مکش)، بیزار: (ناخوش، خفا، اکتایا ہوا)، مُنہ پھیر لینا: (بے پروائی کرنا، بے مروتی برتنا، توجہ نہ کرنا، نفرت کا اظہار کرنا)

سبق نمبر (51) اعراف: (بلندی، اونچائی، بلند جگہ، دوزخ اور جنت کے درمیان ایک مقام جہاں اُن لوگوں کو رکھا جائے گا جن کی

نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی)، بے بسی: (بے کسی، بے اختیاری، لاچار، مجبور، بے بس ہونے کی کیفیت یا حالت)، مجبوری: (بے بسی، لاچاری، مجبور ہونے یا جبر میں ہونے کی حالت)، خیر مقدم کرنا: (خوش آمدید کہنا، استقبال کرنا، کسی کے آنے پر خوشی کا اظہار کرنا)، بدشکل: (بھونڈی صورت کا، بھدا، بے ہنگم، بھیانک چہرے والا)، اُجلا: (صاف ستھرا، سفید، عمدہ، نفیس، پاکیزہ)، قوم: (آدمیوں کا گروہ، جماعت، خاندان، قبیلہ)، فرد: (شخص، ایک آدمی، تنہا، اکیلا شخص)، اخلاق: (خُلق کی جمع۔ پسندیدہ عادتیں، اچھی خصلتیں، طور طریقے، وہ سلوک جو مروت پر مبنی ہوں)، ہمدردی: (غم خواری، دردمندی)، انگارے: (شعلے، بھڑکتے ہوئے کوئلے)، جلنا: (روشن ہونا، آگ لگنا، تپنا)، کاہل: (سست، آرام طلب، کام چور، سستی سے کام کرنے والا)

سبق نمبر (52) بے پناہ: (بے انتہا، بے حد، بہت زیادہ)، گھسنا: (اندر جانا، داخل ہونا، مداخلت کرنا، دخل دینا)، بُزدل: (ڈرپوک، کم حوصلہ، کم ہمت)، ہرگز: (کبھی نہیں، قطعی نہیں، کسی قیمت پر نہیں)، آنکھیں موندنا: (آنکھیں بند کر لینا)، بے ساختہ: (خود بخود، بلا تصنع، بے ارادہ، برجستہ، غور و فکر کیے بغیر، قدرتی، سادہ)، چیخ اٹھنا: (چلّانا، شور کرنا)، بے شک: (بلا شبہ، بلا شک و تردد، یقیناً)، پہچاننا: (واقف ہونا، اچھی طرح جاننا، تمیز کرنا، معلوم کرنا)، شناخت: (پہچان، آگاہی، واقفیت، پرکھ، تمیز، جان پہچان)، مسخ ہونا: (بگڑنا، تبدیل ہونا، شکل یا حلیے کا بگاڑ، اچھی شکل سے بُری شکل میں آنا)، کھال: (جلد، چمڑا)، کردار: (سیرت، چال چلن، عمل)، غیر متحد: (جن میں اتحاد نہ ہو، بکھرا ہوا، منتشر، مختلف گروہوں یا حصوں میں تقسیم شدہ)، بغض: (دشمنی، عداوت، کینہ، حسد، نفرت، دل میں کسی کے خلاف عداوت رکھنا)، عناد: (دشمنی، مخالفت، ضد، کینہ، ہٹ دھرمی)

توضیحات

1۔ محشر: محشر اُس عظیم دن کو کہتے ہیں جب قیامت کے بعد تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کر کے ایک وسیع میدان میں جمع کرے گا۔ وہاں کوئی چھپنے کی جگہ ہوگی، نہ کوئی دوسرا سہارا۔ ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ حاضر ہوگا اور اپنے کیے کا سامنا کرے گا۔ انسانوں کے دل بے اختیار کانپیں گے، آنکھیں حیرت و خوف سے کھُل جائیں گی اور ہر طرف خاموشی، اضطراب اور انتظار کا عالم ہوگا۔ اُس دن زمین ہموار اور بے نقش و نگار ہوگی، سب برابر کھڑے ہوں گے، بادشاہ اور فقیر میں کوئی فرق نہ رہے گا۔ اعمال کا حساب لیا جائے گا، نیکی اور بدی کا وزن ہوگا، گواہیاں پیش ہوں گی اور ہر انسان اپنے انجام کو دیکھ لے گا۔ یہ دن عدلِ الٰہی کا دن ہے، جہاں کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہیں ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا ملے گی۔

2۔ دوزخ: دوزخ آخرت کا وہ مقام ہے جہاں انسان کو اس کے برے اعمال، نافرمانی، ظلم اور سرکشی کے بدلے سزا دی جائے گی۔ یہ اللہ کی عدالت کا حصہ ہے، جہاں کوئی ناانصافی نہیں ہوگی اور ہر شخص کے گناہ، نیت اور رویے کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ دوزخ صرف آگ کا نام نہیں بلکہ حسرت، ندامت، خوف اور محرومی کا مجموعہ ہے، جہاں انسان اپنی غلطیوں کے حقیقی انجام کو پوری شدت کے ساتھ محسوس کرے گا۔ وہاں کی آگ دنیا کی آگ سے کئی درجے زیادہ شدید ہوگی، وہاں پیاس ایسی ہوگی کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور پچھتاوا ایسا کہ انسان چاہے گا کاش وہ دنیا میں لوٹ کر نیکی اختیار کر سکتا۔ دوزخ کا مقصد صرف سزا دینا نہیں بلکہ یہ دکھانا بھی ہے کہ برائی اور نافرمانی کی اصل قیمت کیا ہے۔ یہ اللہ کے عدل کا مظہر ہے، جہاں کسی کے ساتھ ذرّہ برابر زیادتی نہیں ہوگی۔ دوزخ کی سختیاں اسی شخص کے لیے ہوں گی جو اپنی مرضی، تکبر یا غفلت کی وجہ سے حق، رحمت اور ہدایت سے دور رہا۔

3۔ سورج سوا نیزے پر: اس سے مراد قیامت کے دن سورج کا بہت قریب آ جانا ہے، یعنی اتنی شدید گرمی کہ انسان سخت تکلیف میں ہوگا، جیسے سورج سوا نیزے کے فاصلے پر ہو۔

4۔ اعراف: جنت اور جہنم کے درمیان حائل ہونے والے حصار کے بالائی حصہ کا نام "اعراف" ہے، اس مقام پر کچھ لوگ ہوں گے جو

جنت اور دوزخ دونوں طرف کے حالات دیکھ رہے ہوں گے، وہ جنتیوں کے عیش و آرام کی بہ نسبت جہنم میں اور جہنمیوں کی بہ نسبت جنت میں ہوں گے، اس مقام پر کن لوگوں کو رکھا جائے گا؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں، مگر صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے حسنات و سیئات (نیکی اور بدی) کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے۔

5۔ صور: اسلامی عقیدے کے مطابق صور پھونکنا (النفخ في الصور) ایک عظیم الشان واقعہ ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اور یہ قیامت کے ہولناک مناظر میں سے ایک ہے۔ یہ عمل دو مرتبہ انجام پائے گا: پہلا نفخہ (پہلا صور پھونکا جانا): اس کے نتیجے میں آسمانوں اور زمین میں جو بھی موجود ہوگا، وہ بے ہوش ہو جائے گا یا مر جائے گا، سوائے ان کے جنھیں اللہ چاہے۔ اس کے ساتھ ساتھ: آسمان پھٹ جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، سمندر بھڑک اٹھیں گے، زمین زلزلہ سے لرز اٹھے گی، قبریں اُلٹ دی جائیں گی، زمین اور آسمان اپنی موجودہ حالت میں باقی نہیں رہیں گے بلکہ انھیں نئی شکل دی جائے گی۔ دوسرا نفخہ (دوسرا صور پھونکا جانا): اس کے بعد بعث و نشور یعنی تمام مردوں کا دوبارہ زندہ کیا جانا اور محشر کی طرف روانگی ہوگی۔ اسلامی روایت کے مطابق فرشتہ اسرافیلؑ صور پھونکنے کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہے۔

6۔ اخلاق: خُلق کی جمع۔ پسندیدہ عادتیں، اچھی خصلتیں، طور طریقے، وہ سلوک جو مروت پر مبنی ہوں۔

7۔ پنجیں کرز بلوچستان: پانچ پہاڑی سلسلے یا پہاڑی خطہ۔ بلوچستان میں ایک مشہور مقام ہے جہاں پانچ پہاڑیاں ایک ساتھ دکھائی دیتی ہیں۔ اس لیے اسے پنجیں کرز کہا جاتا ہے۔

سبق کا خلاصہ

دوپہر کا وقت تھا اور سورج اپنی پوری شدت کے ساتھ زمین کو جلا رہا تھا۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ چھوٹے سے چھوٹے جانور، پرندے اور درندے سب پریشان تھے۔ زمین ایک تپتے ہوئے توے کی طرح محسوس ہو رہی تھی اور دنیا ایک چٹیل میدان کی مانند دکھائی دے رہی تھی۔ اچانک دور سے ایک گرد اٹھتی ہوئی نظر آئی، جو کسی جان دار کی آمد کا پتہ دے رہی تھی۔ اس گرد میں سے ایک بوڑھا آدمی نمودار ہوا۔ اس کی پگڑی پھٹی ہوئی تھی، شلوار اور قمیض پر پیوند لگے ہوئے تھے اور اس کے پاؤں ننگے تھے۔ وہ بوڑھا گرمی اور تھکن کے باوجود جلدی سے ایک بڑی عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمارت کے دروازے پر ایک خوش شکل اور قد آور نوجوان کھڑا تھا، جس کی نگاہیں بوڑھے پر مرکوز تھیں۔ نوجوان نے حیرت سے پوچھا کہ آپ کہاں تھے؟ بوڑھا ہکلاتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ سو رہا تھا اور اسے کچھ بھی معلوم نہیں۔ نوجوان نے اسے بتایا کہ آج محشر کا دن تھا اور صبح ہی خدا نے حساب کتاب شروع کر دیا تھا۔ یہ عمارت ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے دنیا میں اچھے اعمال کیے تھے۔

بوڑھا التجا کرتا ہے کہ اسے اندر جانے دیا جائے تاکہ وہ گرمی اور تھکن سے راحت حاصل کر سکے۔ نوجوان نے اسے کچھ دیر دیکھا اور پھر بتایا کہ اس کا نام رجسٹر میں نہیں ہے۔ بوڑھا پریشان ہو گیا اور کہا کہ وہ سو گیا تھا اور حساب کتاب سے رہ گیا۔ نوجوان نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اعراف کی طرف چلا جائے۔ اعراف وہ جگہ ہے جہاں لوگ کچھ عرصہ گزارنے کے بعد جنت میں داخل ہوتے ہیں۔ بوڑھا گرمی اور تھکن کے باوجود اس طرف بڑھتا رہا۔ راستے میں وہ تھکتا، بیٹھتا اور پھر دوبارہ آگے بڑھتا رہا۔ آخر کار وہ ایک جگہ پہنچا جہاں مٹی اور گارے کے مکانات تھے اور ارد گرد کے مناظر خوب صورت تھے۔ یہاں بھی ایک نوجوان کھڑا تھا۔

بوڑھا اس نوجوان کو اپنا نام اور والد کا نام بتاتا ہے: کلیڈ ولد ٹھلو۔ وہ اپنی عمر ستر سال اور رہائش بلوچستان کی بتاتا ہے۔ نوجوان رجسٹر میں اس کا نام تلاش کرتا ہے، لیکن اسے نام نہیں ملتا۔ عربی اور بلوچی کے فرق کی وجہ سے تھوڑی الجھن پیدا ہوتی ہے اور نوجوان اسے مشرق کی طرف جانے کا اشارہ کرتا ہے۔ بوڑھا اس طرف بڑھتا ہے اور وہاں ایک کالا اور بدصورت شخص اس کا استقبال کرتا ہے۔ یہ شخص دوزخ کے کنوؤں کی سیر کرانے کے لیے بوڑھے کے ساتھ چلتا ہے تاکہ وہ اپنی قوم کو پہچان سکے۔ دوزخ

میں مختلف کنوؤں میں لوگ جل رہے تھے۔ کچھ خاموشی سے جل رہے تھے، کچھ دوسروں کو نقصان پہنچا کر خود بچنے کی کوشش میں تھے اور کچھ رو رہے تھے۔ بوڑھا ہر کنویں کو غور سے دیکھتا، لیکن اپنی قوم کو نہیں پہچان پاتا۔

بوڑھا مختلف کنوؤں کے مناظر دیکھتا ہے۔ ہر کنویں میں افراد کے اعمال اور رویے مختلف تھے اور بوڑھا ان سب کا بغور مشاہدہ کرتا رہا۔ آخر کار، بوڑھا ایک بڑے کنویں کے قریب پہنچا جہاں آگ کے شعلے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں وہ اپنی قوم کو پہچان لیتا ہے کیوں کہ وہاں لوگ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں مصروف تھے اور اپنی حفاظت کے لیے دوسروں کو نیچے گرا رہے تھے۔ اس طرح وہ اپنی قوم کو ان کے اعمال اور رویوں کی بنیاد پر پہچان لیتا ہے۔

مرکزی خیال

محشر کے دن انسان کی پہچان اور اس کا مقام، اس کے اعمال اور کردار کی بنیاد پر طے ہوگا، نہ کہ شکل، نسب یا نسل سے۔ نیک اعمال، دوسروں کی مدد، مہربانی اور تعاون انسان کو جنت میں لے جائیں گے، جب کہ بغض، عناد، خود غرضی اور دوسروں کو نقصان پہنچانے والے اعمال دوزخ میں جانے کا ذریعہ بنیں گے۔ دنیا میں کیے گئے اعمال محشر کے دن انسان کی شناخت اور اس کی تقدیر کا فیصلہ کریں گے، اس لیے انسان کو زندگی میں اچھے اعمال اور مثبت کردار اپنانا چاہیے۔

اہم عبارات کی تشریح

نوٹ: (جو طلبہ ہر عبارت کا الگ الگ سیاق وسباق نہیں لکھ سکتے، وہ اس سبق کی کسی بھی عبارت کی تشریح سے قبل درج ذیل اجمالی سیاق وسباق لکھ سکتے ہیں۔)

اجمالی سیاق وسباق

ایک بوڑھا محشر کے دن گرمی اور تھکن سے پریشان ہے اور جنت میں داخل ہونے کے لیے ایک عمارت کی طرف جاتا ہے۔ عمارت کے دروازے پر نوجوان اسے بتاتا ہے کہ آج محشر ہے اور یہ جگہ ان لوگوں کے لیے ہے جن کے اچھے اعمال ہیں۔ بوڑھے کا نام جنتیوں کے رجسٹر میں نہیں ملتا اس لیے وہ اعراف کی طرف جاتا ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں لوگ کچھ عرصہ گزارنے کے بعد جنت میں جاتے ہیں۔ بوڑھا آخر کار دوزخ کے قریب پہنچتا ہے جہاں ایک کالا شخص اسے دوزخ کے کنوؤں کی سیر کراتا ہے تاکہ وہ اپنی قوم کو پہچان سکے۔ دوزخ میں لوگ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں مصروف تھے اور یہی بوڑھے کی قوم کی پہچان کا معیار بنی۔ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے لیے رحم و کرم نہیں دکھا رہے، بلکہ اپنے فائدے کے لیے دوسروں کو نیچے گرا رہے ہیں۔ بوڑھا اپنی قوم کو ان کے کردار اور اعمال کی بنیاد پر پہچان لیتا ہے۔

عبارت نمبر 1

دوپہر کا وقت تھا، سورج سوا نیزے پر کھڑا تھا۔ گرمی کی شدّت نے چیونٹیوں اور پرندوں سے لے کر چیتوں اور ہاتھیوں تک کو پریشان کر رکھا تھا۔ جہاں تک نگاہیں پہنچ سکتی تھیں، دنیا ایک چٹیل میدان نظر آ رہی تھی اور زمین ایک تپتے ہوئے توے کی مانند تھی۔

یکا یک دُور سے ایک گرد اٹھتی ہوئی نظر آنے لگی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی جان دار آ رہا ہے لیکن یہ جاننا مشکل تھا کہ وہ کوئی حیوان تھا، انسان تھا یا سواری کے ساتھ کوئی انسان! اونچی عمارت کے دروازے کے سامنے کھڑے خوش شکل اور قد آور سفید پوش نوجوان کی نگاہیں اسی گرد پر لگی ہوئی تھیں اور وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا، جو لحہ بہ لحہ قریب سے قریب تر ہوتی آ رہی تھی۔

حوالۂ متن

سبق کا عنوان: محشر

مصنف کا نام: غوث بہار

ماخذ: بلوچی سے ترجمہ غنی پرواز

صنف: افسانہ

سیاق وسباق

تشریح طلب عبارت سبق کی پہلی عبارت ہے، اس لیے اس کا سیاق نہیں ہے۔

کلیڈ نامی بوڑھا محشر کے ہنگاموں کے دوران میں سو جانے کی وجہ سے حساب و کتاب سے محروم رہ جاتا ہے۔ شدید گرمی اور پیاس سے نڈھال وہ جنت اور پھر اعراف کے دربانوں سے فریاد کرتا ہے، مگر کہیں بھی نام درج نہ ہونے پر اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بالآخر وہ دوزخ کے دربان کے پاس پہنچتا ہے، جہاں وہ مختلف کنوؤں میں جلتے ہوئے لوگوں کے رویوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ آخر کار ایک کنوئیں میں جلتے لوگوں کو دیکھ کر وہ اپنی قوم کو پہچان لیتا ہے۔ وہ اپنی قوم کی شناخت ان کے باہمی بغض، حسد اور ایک دوسرے کو ترقی سے روکنے والے کردار سے کرتا ہے۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ اس افسانے میں بتایا گیا ہے کہ ایک بوڑھا جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ ودو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

تشریح طلب عبارت میں مصنف نے محشر کے میدان میں حساب کتاب کے اختتام کے بعد کی کیفیت اور ایک پُر تجسس منظر کو پیش کیا ہے۔ منظر کا آغاز دوپہر کے وقت سے ہوتا ہے جب سورج سوا نیزے پر کھڑا ہے۔ گرمی کی شدت محض موسمی یا رسمی نہیں بلکہ قیامت کی ہولناکی کو ظاہر کر رہی ہے۔ گرمی کی بے پناہ تپش سے مخلوقاتِ عالم سخت کرب میں مبتلا ہیں۔ چھوٹی بڑی ہر مخلوق اس آزمائش کی لپیٹ میں ہے۔ چھوٹے حشرات سے لے کر جنگل کے طاقت ور ترین جان داروں تک کوئی بھی اس ہولناک تپش سے بچ نہیں پایا۔ چیونٹیوں اور پرندوں سے لے کر چیتوں اور ہاتھیوں جیسے طاقت ور جانوروں تک ہر ذی روح گرمی کے عذاب سے دوچار ہے۔ زمین کی سطح گویا کسی تپتے توے کی مانند ہے جس پر قدم رکھنا بھی محال ہے۔ گرمی کی شدت کو میر انیس کے الفاظ میں یوں واضح کیا جا سکتا ہے:

؎ گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر بھُن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

قیامت کے دن میدانِ محشر میں زمین اور سورج کی حالت اور گرمی کی شدت کے بارے میں ایک حدیث مبارکہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''قیامت کے دن لوگوں کو ایک سفید مٹی جیسی ہموار زمین پر جمع کیا جائے گا جو تانبے کے ٹکڑے کی طرح (چمک دار اور سخت) ہوگی، اس پر کوئی نشانی (یا اونچ نیچ) نہ ہوگی۔'' (صحیح بخاری: 6521)

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

''قیامت کے دن سورج نزدیک کیا جائے گا یہاں تک کہ ایک میل پر آ جائے گا۔'' (صحیح مسلم: 7206)

مصنف مزید کہتے ہیں کہ اس گرمی کی شدت نے زمین پر بسنے والے ہر جان دار کو عاجز کر دیا ہے۔ چاہے وہ چیونٹی جیسا چھوٹا کیڑا ہو یا ہاتھی جیسا بڑا جانور، سب کے سب بے قرار ہیں۔ نہ کوئی سایہ ہے، نہ ٹھنڈی ہوا، نہ پانی، نہ کوئی پناہ گاہ۔ فضا میں جیسے زندگی ختم ہو چکی ہے۔ ہر طرف خاموشی اور بے بسی کا عالم ہے۔ پرندے جو عام طور پر اڑتے پھرتے ہیں، اب وہ تھک چکے ہیں۔ وہ

درختوں کی تلاش میں ہیں۔ زمین اتنی گرم ہے کہ اس پر کھڑا ہونا بھی مشکل ہے۔ چیتے اور ہاتھی جیسے بڑے اور طاقت ور جانور بھی اس تپش کے سامنے بے بس ہیں۔ یہ منظر دراصل اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ قدرت کے سامنے کوئی طاقت کام نہیں آتی۔ انسان ہو یا جانور، چھوٹا ہو یا بڑا، سب برابر ہو جاتے ہیں۔

مصنف نے زمین کو ''تپتے ہوئے توے'' سے تشبیہ دی ہے۔ یہ ایک نہایت مؤثر تشبیہ ہے جو ذہن میں ایک واضح اور تکلیف دہ تصویر پیدا کرتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے زمین لوہا بن چکی ہے اور سورج کی تپش سے دہک رہی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت کے دن زمین اور آسمان دونوں اپنی اصل حالت کھو دیں گے، نظامِ فطرت درہم برہم ہو جائے گا اور کوئی چیز اپنی معمول کی حالت پر باقی نہیں رہے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ، لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ، خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ، اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ، وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ، فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا (سورۃ الواقعۃ: 1 تا 6)

ترجمہ: ''جب قیامت قائم ہو جائے گی، جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہے۔ جب زمین زلزلہ کے ساتھ ہلا دی جائے گی۔ اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ پھر وہ مثل پراگندہ غبار ہو جائیں گے۔''

ایسے ہی عالم میں اچانک دور سے ایک گرد اٹھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ افق پر کوئی دھندلا سا منظر ابھر رہا ہے۔ یہ گرد اس بات کی علامت ہے کہ کوئی حرکت ہو رہی ہے، کوئی آ رہا ہے۔ مگر وہ کون ہے، یہ معلوم نہیں۔ شاید کوئی انسان ہو، کوئی جانور ہو یا کوئی سوار اپنی سواری کے ساتھ آ رہا ہو۔ یہ کیفیت ایک تجسس پیدا کرتی ہے، ایک بے چینی کہ آخر یہ آنے والا کون ہے؟ وہ گرد لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی ہے، جیسے کوئی راز کھلنے والا ہو۔ اسی دوران میں مصنف ایک نئے کردار کو سامنے لاتا ہے۔ ایک سفید پوش، خوش شکل اور قد آور نوجوان۔ وہ ایک اونچی عمارت کے دروازے کے سامنے کھڑا ہے۔ وہ نوجوان اس عمارت کا پاسبان ہے۔ اس کے چہرے پُرسکون اور وقار ہے، مگر آنکھوں میں حیرت اور غور و فکر کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہ نوجوان اس دور سے اٹھتی گرد کو غور سے دیکھ رہا ہے، جیسے وہ جاننے کی کوشش کر رہا ہو کہ یہ کون ہے جو اس ہولناک گرمی میں نمودار ہو رہا ہے۔ اس کے لیے یہ ایک عجیب اور غیر معمولی بات ہے، کیوں کہ ایسی شدید گرمی میں کوئی حرکت دکھائی دینا ناممکن امر ہے۔

اس عبارت میں مصنف نے پورے منظر کو نہایت فنی مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ہر جملہ پڑھنے والے کے ذہن میں ایک زندہ تصویر بنا دیتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے جیسے وہ خود اس دوزخ جیسی گرمی میں کھڑا ہے، اس کی جلد جھلس رہی ہے، سانس لینا مشکل ہے اور ہر طرف خاموشی اور انتظار چھایا ہوا ہے۔ یہ منظر محض دنیوی گرمی کا نہیں بلکہ اس دن کی گرمی کا اشارہ ہے جس دن انسان اپنے اعمال کے حساب کے لیے کھڑا ہوگا۔ اس وقت نہ کسی کے پاس سایہ ہوگا نہ کوئی مددگار۔ علامہ اقبالؒ نے بجا فرمایا تھا کہ:

؎ یہ گھڑی محشر کی ہے، تو عرصۂ محشر میں ہے — پیش کر غافل، عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

عبارت نمبر 2

جب گرد قریب پہنچی تو اس میں سے ایک ایسا بوڑھا شخص نمودار ہوا جو پھٹی ہوئی پگڑی، پیوندوں سے اٹی ہوئی چوڑی شلوار، گریبان اور آستینوں سے عاری لمبی قمیص پہنے ہوئے تھا۔ جس کا چہرہ گرد آلود اور پاؤں ننگے تھے۔ جو جلدی جلدی اس عمارت کی جانب بڑھ رہا تھا۔ جوں ہی عمارت کے سامنے پہنچا اور اس میں داخل ہونے لگا تو عمارت کے پاسبان نوجوان نے اسے روکتے ہوئے کہا: ''آپ پہلے کہاں تھے؟'' ''میں۔۔۔ میں۔۔۔ سویا۔۔۔ ہوا۔۔۔ تھا۔'' ''آپ سوئے ہوئے تھے۔ لیکن کیوں؟'' نوجوان نے حیرت سے پوچھا: ''کیا آپ نے صور کی زوردار آواز نہیں سنی تھی؟'' ''نہیں تو۔۔۔'' بوڑھے نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا: ''مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں۔۔۔'' پھر بے چینی سے نوجوان کی منت سماجت کرتے ہوئے کہا: ''مجھے۔۔۔ مجھے اس عمارت میں داخل ہونے دیں تاکہ کچھ آرام تو کر سکوں۔۔۔ اف! کتنی گرمی ہے۔۔۔''

سیاق و سباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ شدید گرمی اور تپتے ہوئے صحرا میں، جہاں زندگی کا ہر نشان بے حال نظر آتا تھا، ایک خوش شکل نوجوان اپنی عمارت کے باہر کھڑا ایک پراسرار منظر دیکھ رہا تھا۔ دور سے اٹھتی ہوئی گرد کے غبار نے اسے تجسس میں مبتلا کر دیا کہ اس ویرانے میں آخر کون، کس حال میں اور کہاں سے چلا آ رہا ہے۔

تشریح طلب عبارت کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ میدانِ محشر میں حساب کتاب سے محروم ایک بوڑھا جنت اور اعراف کے چکر کاٹ کر آخر کار دوزخ کے قریب پہنچتا ہے۔ وہاں دوزخ کے محافظ کے ہمراہ مختلف کنوؤں کا معائنہ کرتے ہوئے، وہ اپنی قوم کو اس وقت پہچان لیتا ہے جب دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ترقی کرنے سے روکنے اور کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بننے کے لیے ایک دوسرے کے پاؤں کھینچ کر دوبارہ آگ میں گرا رہے ہیں۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار ایک بوڑھا ہے جس کا نام کلیڈ ہے۔ وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ و دو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

مصنف کہتے ہیں کہ دوپہر کے وقت سورج اپنی شدت پر تھا اور زمین اتنی گرم تھی کہ تمام جان دار، چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، چیونٹی ہو یا ہاتھی، سب بے حال اور پریشان تھے۔ ہر طرف ایک چٹیل ویران میدان تھا اور فضا پر خاموشی چھائی ہوئی تھی، جیسے دنیا اپنی معمول کی زندگی کھو چکی ہو۔ اچانک دور سے ایک گرد اٹھتی ہوئی دکھائی دی جو کسی کے آنے کی علامت تھی۔ مگر یہ واضح نہیں تھا کہ وہ انسان تھا، جانور یا کوئی سوار تھا۔

؎ دل چسپ ہو گئی ترے چلنے سے راہ گزر　　اُٹھ اُٹھ کے گردِ راہ لپٹتی ہے راہ سے　　(جلیل مانک پوری)

تشریح طلب عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ گرد و غبار کے بادل چھٹنے پر ایک انتہائی غیر معمولی کردار سامنے آتا ہے۔ یہ شخص ایک ضعیف العمر بوڑھا تھا۔ اس کا حلیہ غربت اور طویل مسافت کی گواہی دے رہا تھا۔ اس کے سر کی پگڑی پھٹی ہوئی تھی اور اس کے لباس پر جگہ جگہ پیوند لگے تھے۔ اس نے چوڑی شلوار اور ایک لمبی قمیض پہن رکھی تھی جس میں گریبان اور آستینیں نہیں تھیں۔ اس کا چہرہ سفر کی دھول سے اٹا ہوا تھا اور اس کے پاؤں ننگے تھے۔ یہ تمام نشانیاں کسی طویل اور سخت جدوجہد کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔

؎ رستہ بھی ہمی لوگ تھے راہی بھی ہمیں تھے　　اور اپنی مسافت کی گواہی بھی ہمیں تھے　　(نسیم صدیقی)

یہ بوڑھا شخص تیز قدموں سے ایک بڑی عمارت کے دروازے کی طرف بڑھتا ہے۔ جب وہ عمارت کے سامنے پہنچتا ہے اور اندر جانے کی کوشش کرتا ہے تو ایک نوجوان محافظ اسے روک لیتا ہے۔ محافظ کے لہجے میں حیرت ہے۔ وہ بوڑھے سے پوچھتا ہے کہ آپ پہلے کہاں تھے؟ گویا اسے تعجب ہے کہ اس شدید گرمی میں یہ شخص کہاں سے آ نکلا ہے؟ اس کا سوال دراصل ملامت سے بھرا ہوا ہے، جیسے وہ کہنا چاہتا ہو کہ اتنے بڑے واقعے کے باوجود تم کہاں غائب تھے؟ تمھیں کچھ احساس نہ ہوا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا:

''لوگ سو رہے ہیں اور جب مریں گے تو جاگ اٹھیں گے۔''

بوڑھا شخص ہکلانے لگتا ہے، اس کے الفاظ ٹوٹتے ہیں، جیسے زبان ساتھ نہیں دے رہی۔ وہ کہتا ہے، میں۔۔۔ میں تو سویا ہوا تھا۔ اس کے جواب میں حیرت اور افسوس دونوں شامل ہیں۔ وہ اپنی حالت کا جواز پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس کے

الفاظ خود اس کے جرم کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کا سویا ہوا ہونا صرف ظاہری نیند نہیں، بلکہ روحانی نیند ہے۔ وہ نیند جو انسان کو حقیقت سے غافل کر دیتی ہے جو اسے انجام سے بے خبر رکھتی ہے۔ نوجوان محافظ حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ آپ سوئے ہوئے تھے؟ مگر کیوں؟ کیا آپ نے صور کی زوردار آواز نہیں سنی تھی؟ یہاں صور کی آواز دراصل وہ لمحہ ہے جب قیامت برپا ہوگی، جب زمین لرز اٹھے گی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، قبریں کھل جائیں گی اور لوگ بیدار ہو کر میدانِ حشر کی طرف دوڑنے لگیں گے۔ لیکن یہ بوڑھا شخص کہتا ہے کہ نہیں تو، مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ اس کے یہ الفاظ غفلت اور بے خبری کی انتہا کو ظاہر کرتے ہیں۔ گویا دنیا میں اس نے اپنی زندگی ایسے گزاری کہ اسے کسی چیز کی خبر نہ تھی۔ یہ منظر ہمیں قرآنِ مجید کی اس آیت کی یاد دلاتا ہے کہ جس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور صور پھونکا جائے گا تو وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے نکلیں گے، ''وہ کہیں گے، ''ہائے ہماری بربادی! ہمیں ہماری آرام گاہوں سے کس نے اٹھایا؟'' یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔'' (سورۃ یٰس: 51.52)

بوڑھے کی یہ حالت اس بات کی علامت ہے کہ دنیا میں انسان اکثر اپنے انجام سے غافل رہتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے معاملات میں مصروف رہتا ہے اور کبھی نہیں سوچتا کہ ایک دن اسے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ وہ زندگی کی رنگینیوں، خواہشات اور راحتوں میں کھو کر حقیقت سے غافل ہو جاتا ہے۔ جب قیامت آتی ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے کہ یہ سب کب ہوا، کیسے ہوا۔ اس کی غفلت اسے اندھیرے میں رکھتی ہے اور جب بیداری کا وقت آتا ہے، تب بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ آپ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ مبارک ہے:

''عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اور موت کے بعد کے لیے عمل کیا۔''

بوڑھا شخص محافظ سے کہتا ہے کہ مجھے اس عمارت میں جانے دو، تاکہ کچھ آرام کر سکوں۔ ''اف کتنی گرمی ہے!'' کے الفاظ سے اس کی بے بسی، تھکن اور تکلیف ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا جسم تپش سے جھلس رہا ہے، زمین آگ کی طرح گرم ہے اور وہ کچھ سایہ، کچھ سکون چاہتا ہے۔ مگر یہ عمارت ہر ایک کے لیے نہیں ہے۔ یہ عمارت دراصل ''جنت'' ہے جو نیک لوگوں کا ٹھکانا ہے۔ جب کہ گناہگاروں کا وہاں داخلہ ممکن نہیں۔ بوڑھے شخص کا آرام مانگنا دراصل انسان کی اس فطری خواہش کی نشانی ہے جو وہ تکلیف کے بعد سکون کے لیے کرتا ہے۔ مگر اس موقع پر سکون پانے کا وقت نہیں رہا، اب تو حساب کا دن ہے۔ یہ وہ دن ہے جب راحت صرف اُن کو ملے گی جو دنیا میں جاگتے رہے، جنھوں نے اپنی زندگی کو مقصد کے ساتھ گزارا، جو غفلت کی نیند نہیں سوئے۔

؎ کیا شے ہے، کس امروز کا فردا ہے قیامت — اے میرے شبستانِ کہن! کیا ہے قیامت (علامہ اقبالؒ)

یہ منظر اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ دنیا میں انسان کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ جاگے، سنبھلے، اپنے اعمال درست کرے، مگر وہ غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور جب قیامت آئے گی تو اس کے پاس صرف حسرتیں باقی رہ جائیں گی۔ اس بوڑھے شخص کے چہرے پر جو گرد ہے، وہ صرف خاک نہیں بلکہ اس کی زندگی کی معصیت اور غفلت کی علامت ہے۔ انسان کو دنیا میں غافل نہیں رہنا چاہیے، اسے ہمیشہ بیدار رہ کر اپنی زندگی کو بہتر بنانا چاہیے، اسے یہ سوچنا چاہیے کہ زندگی عارضی ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آل عمران: 185)

ترجمہ: **''اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔''**

جو شخص اس حقیقت کو سمجھ لیتا ہے، وہ اپنے اعمال پر توجہ دیتا ہے۔ مگر جو شخص سویا رہتا ہے، وہ اس بوڑھے کی طرح محشر میں حیران کھڑا ہوتا ہے۔ بوڑھے کی حالت انسان کی اُس زندگی کی تصویر ہے جس میں احساس اور عمل کا فقدان ہوتا ہے۔ وہ زندگی جس میں صرف سستی، بے فکری اور غفلت ہو، وہ آخر کار اسی طرح کے انجام تک پہنچتی ہے۔ انسان جب تک زندہ ہے، اسے اپنے مقصد کو پہچاننا چاہیے۔ کیوں کہ جب ''صور'' پھونک دیا جائے گا تو جاگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بقول میر تقی میرؔ:

؎ کیا چیتنے کا فائدہ جو شیب میں چیتا — سوتے کا ساں آیا تو بیدار ہوا میں

اس عبارت میں مصنف نے یہ پیغام دیا ہے کہ انسان کو زندگی میں غفلت کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اسے اپنے اعمال، اپنے وقت، اپنے رویوں پر غور کرنا چاہیے۔ اسے یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ ابھی وقت ہے، کل سنبھل جاؤں گا۔ کیوں کہ کل کسی کے اختیار میں نہیں۔ آخرت کے دن کوئی معذرت قبول نہیں کی جائے گی، کوئی بہانہ کارگر نہیں ہوگا۔

عبارت نمبر 3

نوجوان کچھ مسکرایا اور حیرانی سے بوڑھے کو دیکھتا رہا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ بوڑھا اس کے لیے کوئی انوکھی چیز ہو۔ تھوڑی دیر بعد نوجوان نے کہا:

''کیا آپ کو معلوم ہے کہ آج کون سا دن ہے؟''

''نہیں۔۔۔ نہیں تو۔۔۔'' بوڑھے نے جواب دیا: ''میں نے پہلے بتایا تھا کہ میں سویا ہوا تھا۔۔۔ مجھے سورج کی تپتی ہوئی شعاعوں نے جگا دیا۔۔۔''

نوجوان کو بوڑھے پر رحم آیا کہ اس بے چارے کو کسی چیز کا احساس ہی نہیں۔۔۔ اس لیے اس نے بتایا۔ ''بابا! آج محشر ہے، محشر!۔۔۔ صبح خدا نے حساب کتاب شروع کیا تھا۔ یہ ان لوگوں کی جگہ ہے، جنھوں نے دنیا میں اچھے کام کیے ہیں۔۔۔ اس جگہ کو جنت کہتے ہیں۔۔۔ لیکن۔۔۔ آپ تو نیند سے ابھی بیدار ہوئے ہیں۔ آپ کا حساب کتاب ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ آپ کو کس نے اس عمارت میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے۔۔۔؟'' پھر کچھ دیر بعد اس نے خود ہی کہا:

''تھوڑا صبر کریں، آپ کا نام جنتیوں کے رجسٹر میں دیکھ لوں۔۔ شاید خدا نے آپ پر رحم کیا ہو اور آپ کو جنتیوں میں شامل کیا ہو۔۔۔ بے شک وہ بڑا رحیم اور مہربان ہے۔'' نوجوان رجسٹر میں اس کا نام تلاش کرنے لگا۔

سیاق و سباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ شدید گرمی اور محشر کے ہولناک دن، ایک خستہ حال بوڑھا تھکا ہارا جنت کے دروازے پر پہنچا۔ طویل نیند سے بیدار ہونے والے اس بوڑھے کو معلوم نہ تھا کہ آج حساب کتاب کا دن ہے۔ عمارت کے محافظ نوجوان نے اسے بتایا کہ یہ جنت کا مقام ہے، جہاں صرف نیک لوگ داخل ہو سکتے ہیں۔ بوڑھے کی لاعلمی اور بے بسی دیکھ کر، نوجوان نے رحم کھایا اور اس کا نام جنتیوں کے رجسٹر میں تلاش کرنا شروع کیا۔

تشریح طلب عبارت کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ستر سالہ بوڑھا کلیڈ محشر میں حساب کتاب سے رہ جانے کے بعد شدید گرمی اور اضطراب میں اپنی منزل تلاش کر رہا ہے۔ وہ جنتیوں اور اعراف کے رجسٹروں میں اپنا نام نہ پا کر آخر کار دوزخ کے مقام تک پہنچتا ہے۔ وہاں دوزخ کے محافظ کے ہمراہ مختلف کنوؤں کا مشاہدہ کرتے ہوئے وہ بالآخر ایک ایسے کنویں میں اپنی قوم کو پہچان لیتا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کو ترقی کرنے سے روکنے اور ٹانگ کھینچنے میں مصروف تھے۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار بوڑھا شخص ہے جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ و دو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

تشریح طلب عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ جب گرد و غبار کے بادل چھٹے تو ان میں سے ایک ضعیف العمر بوڑھا شخص

نمودار ہوا۔ اس کا لباس پیوندوں سے بھرا تھا اور اس کے پاؤں ننگے تھے۔ اس کی حالت قابلِ رحم تھی۔ وہ تیزی سے جنت کی عمارت کی طرف بڑھا تا کہ شدید گرمی سے بچ کر سکون حاصل کر سکے۔ جنت کے نوجوان داروغہ نے اسے روکا اور اور حیرت سے دریافت کیا کہ وہ حساب کتاب کے وقت کہاں تھا۔ بوڑھے نے ہکلاتے ہوئے بتایا کہ وہ سویا ہوا تھا اور اسے صورِ قیامت کی آواز بھی سنائی نہیں دی۔ اسے سورج کی تپتی شعاعوں نے نیند سے بیدار کیا۔ نوجوان کو اس معصوم اور بے خبر بوڑھے پر رحم آ گیا۔ اس نے بوڑھے کو بتایا کہ یہ دن محشر کا اور یہ جگہ جنت ہے جو صرف نیک اعمال کرنے والوں کے لیے مخصوص ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کے بدلے جنت کا وعدہ فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (سورۃ البقرہ:82)

ترجمہ: ''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، وہی جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

نوجوان بوڑھے کو دیکھ کر مسکرا رہا ہے اور حیرانی سے اسے دیکھ بھی رہا ہے۔ اس کی مسکراہٹ میں ہلکی سی حیرت، ترس اور استعجاب شامل ہے۔ وہ بوڑھے کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ یہ شخص یہاں کیسے پہنچ گیا، کیوں کہ اس کی حالت اور انداز سے لگتا ہے کہ اسے یہاں کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں۔ نوجوان کے لیے یہ بات انوکھی ہے کہ کوئی جنت کے علاقے میں موجود ہو اور اسے معلوم نہ ہو کہ آج محشر کا دن ہے۔

نوجوان بوڑھے سے پوچھتا ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج کون سا دن ہے؟ یہ سوال دراصل حقیقت کی یاد دہانی ہے۔ نوجوان گویا اس بوڑھے کو جگانا چاہتا ہے، اسے احساس دلانا چاہتا ہے کہ اب دنیا ختم ہو چکی ہے، اب وہ دن ہے جب ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ لیکن بوڑھے کا جواب اس کے برعکس ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ وہ تو سویا ہوا تھا اور صبح کے وقت سورج کی تیز شعاعوں نے اسے بیدار کر دیا۔ بوڑھے کا سونا دراصل اس کی دنیاوی غفلت کا استعارہ ہے۔ وہ زندگی بھر دنیا کے جھمیلوں میں ایسا کھویا رہا کہ اسے اپنی روح، اپنے اعمال اور اپنی آخرت کا احساس ہی نہ رہا۔ اس نے دنیا کی رنگینیوں، آسائشوں، مال و دولت اور وقتی خوشیوں میں زندگی گزار دی، لیکن اس کی اصل منزل، آخرت، اس کی توجہ سے ہمیشہ اوجھل رہی۔ دنیا کی زندگی کے بارے میں قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آل عمران:185)

ترجمہ: ''اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔''

اب جب وہ محشر کے دن آنکھ کھولتا ہے تو اسے یہ خبر ہی نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ کیا ہو رہا ہے؟ اور کیوں؟ یہ اس بات کی علامت ہے کہ جو لوگ دنیا میں خدا کی یاد سے غافل رہتے ہیں، وہ آخرت میں حیرانی اور الجھن کا شکار ہوں گے۔ بوڑھا شخص اسی غفلت کا نمائندہ ہے۔

؎ غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی — گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

نوجوان کو بوڑھے پر رحم آ جاتا ہے۔ اس کے دل میں نرمی اور ہمدردی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ بوڑھا لاعلم ہے، اسے پتا نہیں کہ وہ کس مقام پر آ گیا ہے۔ لہٰذا وہ اسے نرمی سے حقیقت بتاتا ہے، ''بابا! آج محشر ہے، محشر! صبح خدا نے حساب کتاب شروع کیا تھا۔ یہ ان لوگوں کی جگہ ہے جنھوں نے دنیا میں اچھے کام کیے۔ اس جگہ کو جنت کہتے ہیں۔'' نوجوان کے الفاظ میں ایک طرف نرمی ہے، دوسری طرف حقیقت کا بیان۔ وہ بتا رہا ہے کہ اب وہ وقت آ چکا ہے جس کا وعدہ دنیا میں بار بار کیا گیا تھا، جس دن ہر انسان کے اچھے برے اعمال کا فیصلہ ہوگا۔

عبارت میں ''جنت'' کا ذکر ہے۔ جنت وہ مقام ہے جہاں صرف وہی لوگ داخل ہو سکتے ہیں جن کے نیک اعمال زیادہ ہوں، جنھوں نے دنیا میں دوسروں کے لیے بھلائی کی ہو، جنھوں نے انصاف، محبت، ہمدردی اور سچائی کا راستہ اختیار کیا ہو۔ نوجوان

واضح طور پر کہتا ہے کہ یہ جگہ انھی نیک لوگوں کے لیے ہے۔ لیکن پھر وہ حیرت سے بوڑھے کو مخاطب کر کے پوچھتا ہے کہ آپ تو ابھی نیند سے بیدار ہوئے ہیں، آپ کا حساب کتاب ابھی تک نہیں ہوا، آپ کو یہاں آنے کی اجازت کس نے دی؟'' جنت میں داخلہ بغیر حساب کے ممکن نہیں۔ دراصل نوجوان کو عدلِ الٰہی پر کامل یقین ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آخرت میں کوئی کام اتفاق سے نہیں ہوتا۔ ہر چیز منظم، منصفانہ اور خدا کے قانون کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لیے اسے تعجب ہوتا ہے کہ بوڑھا جنت کے مقام پر کیسے پہنچ گیا، جب کہ اس کا حساب بھی نہیں ہوا۔ جنت نیک لوگوں کا ٹھکانا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (سورۃ التوبہ:72)

ترجمہ: ''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ان باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔''

پھر نوجوان خود ہی کہتا ہے، تھوڑا صبر کریں، آپ کا نام جنتیوں کے رجسٹر میں دیکھ لوں، شاید خدا نے آپ پر رحم کیا ہو۔ یہ جملہ ایک طرف فطری ہمدردی کو ظاہر کرتا ہے، دوسری طرف خدا کی بے پناہ رحمت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نوجوان کو معلوم ہے کہ خدا کی رحمت لامحدود ہے۔ وہ چاہے تو اپنی مہربانی سے کسی غافل بندے کو بھی بخش دے۔ اس جملے سے یہ پیغام ملتا ہے کہ انسان کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ خدا کی مہربانی اور رحم سب سے بڑھ کر ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی زندگی محض ایک عارضی نیند کی مانند ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ وہ بیدار ہے، مگر حقیقت میں وہ خواب میں ہے۔ وہ دنیا کے مال و دولت، شہرت، طاقت، اور آسائشوں کے پیچھے بھاگتا ہے، مگر اپنے اصل مقصد یعنی آخرت کی تیاری کو بھول جاتا ہے۔ جب موت آتی ہے، تب وہ خواب ٹوٹتا ہے، لیکن تب بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ بوڑھے شخص کی نیند دراصل دنیوی زندگی کی غفلت ہے اور سورج کی شعاعوں کا اسے جگانا موت اور حساب کے دن کی علامت ہے۔

؎ وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا (میر درد)

مصنف نے ایک نہایت پر اثر اور سوچنے پر مجبور کرنے والا منظر پیش کیا ہے جو انسان کو اس کی زندگی، اعمال اور آخرت کے انجام کے بارے میں غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس میں دو کردار دکھائے گئے ہیں، ایک نوجوان جو سمجھ دار، باشعور اور نیک دل ہے اور دوسرا بوڑھا شخص جو لاعلمی اور غفلت کی علامت بن کر سامنے آتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفت گو دراصل ایک تمثیل ہے جس کے ذریعے مصنف انسان کو یہ احساس دلانا چاہتا ہے کہ دنیا عارضی ہے، اصل زندگی آخرت کی ہے اور جو انسان دنیا میں غفلت کی نیند سویا رہتا ہے، وہ محشر کے دن حیرت زدہ اور بے بس کھڑا ہوگا۔

عبارت نمبر 4

''جناب! آپ کا کیا نام ہے؟'' نوجوان نے دریافت کیا۔

''میرا۔۔۔ میرا نام۔۔۔ میرا نام کلیڈ ہے''

''آپ کے باپ کا نام؟'' نوجوان نے ایک بار پھر دریافت کیا۔

''میرے باپ کا۔۔۔ میرے باپ کا نام ٹہلو ہے جناب!'' بوڑھے نے جواب دیا۔

''آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟'' نوجوان نے تیسرا سوال پوچھا۔

بوڑھے نے جو پسینے سے شرابور تھا اور اپنے ننگے پاؤں گرمی کے باعث بار بار اٹھا رہا تھا، پھر جواب دیا۔ ''جناب!۔۔۔ میں پنجیں کرز بلوچستان کا رہنے والا ہوں اور میری عمر ستر سال ہے۔۔۔'' اس نے اپنی عمر پوچھے بغیر ہی بتا دی۔

''اطمینان رکھیے۔۔۔ اب آپ کا نام دیکھ لوں گا۔۔۔'' نوجوان نے اپنی نگاہیں سامنے رکھے ہوئے بھاری رجسٹر پر ڈال دیں۔ وہ اطمینان سے اوراق الٹتا رہا۔ مگر بوڑھا جو گرمی سے تنگ آ چکا تھا، انتظار نہ کر سکا اس لیے اس نے پھر نوجوان سے کہا:

''میں گرمی سے مرا جا رہا ہوں۔۔۔ مجھے جنت میں جانے دیں۔۔۔''

نوجوان نے کوئی جواب نہ دیا اور کافی دیر تک اوراق الٹتے رہنے کے بعد کہا:

''آپ کا نام یہاں نہیں ہے۔۔۔یعنی آپ کا نام جنتیوں کے ناموں میں شامل نہیں ہے۔۔۔۔۔یعنی جناب! آپ جنتی نہیں ہیں اور یہ عمارت آپ کے لیے نہیں۔۔۔۔''

سیاق وسباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ شدتِ گرمی میں ایک خستہ حال بوڑھا جو طویل نیند کے بعد بیدار ہوا اور محشر کے میدان میں ایک عظیم عمارت کے سامنے پہنچا۔ وہ صورتِ حال سے بے خبر تھا اور گرمی سے پناہ مانگ رہا تھا۔ وہاں موجود محافظ نوجوان نے اسے آگاہ کیا کہ یہ محشر کا دن اور جنتیوں کی عمارت ہے۔ بوڑھے کی لاعلمی پر رحم کھاتے ہوئے، نوجوان نے اس کا نام جنتیوں کے رجسٹر میں تلاش کرنا شروع کر دیا تاکہ اسے حقیقت کا علم ہو سکے۔

محشر میں حساب کتاب سے رہ جانے والا ایک بوڑھا جنت اور اعراف کے بعد دوزخ پہنچتا ہے۔ دوزخ کے دربان کے ساتھ وہ اپنی قوم کو تلاش کرتا ہے۔ مختلف کنوؤں کے مشاہدے کے بعد وہ ایک ایسے کنوئیں میں اپنی قوم کو پہچان لیتا ہے جہاں ہر شخص دوسرے کے پاؤں کھینچ کر اسے باہر نکلنے سے روک رہا ہے۔ بوڑھا ان کی خودغرضی، بغض اور باہمی حسد سے اپنی قوم کو پہچان کر اسی میں شامل ہونے کی خواہش کرتا ہے۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خودغرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ ودو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

مصنف کہتے ہیں کہ محشر کے دن ایک بوڑھا جنت کے دروازے پر نوجوان دربان سے ملاقات کرتا ہے۔ بوڑھا نیند سے ابھی بیدار ہوا ہے اور اسے علم نہیں کہ حساب کتاب ہو چکا ہے۔ نوجوان حیرانی سے بوڑھے کو دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ آج محشر کا دن ہے اور یہاں نیک لوگوں کو جنت میں داخل کیا جا رہا ہے۔ وہ بوڑھے سے پوچھتا ہے کہ اسے جنت کے علاقے میں داخل ہونے کی اجازت کس نے دی کیوں کہ اس کا حساب ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ پھر وہ اپنا رجسٹر دیکھنے لگتا ہے کہ شاید خدا نے اس پر رحم فرمایا ہو اور اسے جنتیوں میں شامل کر دیا ہو۔

؎ تجھ ہی پر ناز ہے مجھ کو تُو ہی میرا معاون ہے　　تیری رحمت ہی کام آتی ہے میری ہر مصیبت میں　(قمر وارثی)

تشریح طلب عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ بوڑھا شخص ایک نوجوان کے سامنے کھڑا ہے، جو جنت کا داروغہ ہے۔ نوجوان اس بوڑھے سے ترتیب وار سوالات کرتا ہے، ''آپ کا کیا نام ہے؟'' ''آپ کے باپ کا نام کیا ہے؟'' ''آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟'' یہ سوالات بظاہر رسمی لگتے ہیں، مگر ان کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان سے اس کی شناخت، اصلیت اور اعمال کی نسبت پوچھا جائے گا۔ وہاں کوئی شخص اپنی پہچان چھپا نہیں سکے گا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''قیامت کے دن انسان کی پہچان اس کے اعمال سے ہوگی، نام اور نسب سے نہیں۔''

بوڑھا شخص بوکھلاہٹ، کمزوری اور خوف کے عالم میں جواب دیتا ہے۔ اس کے لہجے میں ہچکچاہٹ ہے، جیسے کوئی شخص عدالت میں پیش ہو کر گھبرا کر اپنے بارے میں بتا رہا ہو۔ جب وہ کہتا ہے: ''میرا۔۔۔میرا نام کلیڈ ہے'' تو اس کے الفاظ میں لرزش ہے جو اس کے خوف اور بے یقینی کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کے بعد جب اس سے اس کے والد کا نام پوچھا جاتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے:

''میرے باپ کا نام ٹہلو ہے جناب!''

نوجوان بوڑھے سے پوچھتا ہے کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اس کے جواب میں بوڑھا کہتا ہے کہ وہ ''پنجیں کرز بلوچستان'' کا رہنے والا ہے اور خود ہی اپنی عمر بھی بتا دیتا ہے کہ اس کی عمر ستر سال ہے۔ اس کا یہ جملہ اس کی بے تابی اور پریشانی کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ جلدی سے اپنا تعارف مکمل کر کے کسی فیصلے تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اس کے ننگے پاؤں گرمی کی شدت سے بار بار زمین سے اٹھ رہے ہیں، اس کے جسم سے پسینہ بہہ رہا ہے جو محشر کی تپش اور اس دن کی ہولناکی کو ظاہر کرتا ہے۔

؎ روئے بغیر چارہ نہ رونے کی تاب ہے کیا چیز اف یہ کیفیتِ اضطراب ہے (اختر انصاری)

یہ منظر ظاہر کرتا ہے کہ قیامت کا دن کیسا سخت اور ناقابلِ برداشت ہوگا۔ وہ گرمی جو زمین و آسمان کے درمیان بھڑک رہی ہوگی، انسانوں کو اس طرح بے چین کر دے گی کہ وہ اپنی زندگی، اپنے گناہوں، حتیٰ کہ اپنی پہچان تک بھول جائیں گے۔ بوڑھے کی حالت اس بات کی علامت ہے کہ وہاں ہر شخص اپنی نجات کی فکر میں گھل رہا ہوگا۔ وہ بار بار نوجوان سے التجا کرتا ہے کہ اسے جنت میں جانے دیا جائے، کیوں کہ وہ گرمی سے مرا جا رہا ہے۔ قیامت کے دن کی ہولناکی کے بارے میں قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ (سورۃ القارعۃ 5,4)

ترجمہ: ''جس دن تمام انسان بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے۔''

نوجوان خاموشی سے اپنے سامنے رکھے رجسٹر میں نام تلاش کرتا ہے۔ وہ رجسٹر اتنا بھاری اور بڑا دکھایا گیا ہے کہ اس کی ضخامت چار اونٹوں کے بوجھ کے برابر ہے۔ بوڑھے کی حالت اس دوران میں ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے۔ گرمی اور انتظار دونوں نے اسے بے چین کر دیا ہے۔ وہ بار بار اپنے پاؤں زمین سے اٹھاتا ہے، اس کا جسم پسینے سے تر ہے اور وہ عاجزی سے کہتا ہے کہ میں گرمی سے مرا جا رہا ہوں، مجھے جنت میں جانے دیں۔ اس کے الفاظ ایک بے بس انسان کے دُکھ اور کمزوری کی علامت ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ اب اس کے بس میں کچھ نہیں، اب وہ صرف رحم کا طالب ہے۔ دنیا میں وہ جو بھی تھا، امیر یا غریب، جوان یا بوڑھا، اب اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہاں صرف اعمال کی بنیاد پر فیصلہ ہونا ہے۔ نوجوان خاموش رہتا ہے، وہ کوئی جواب نہیں دیتا۔ یہ خاموشی دراصل انصاف کی غیر جانبداری کو ظاہر کرتی ہے۔ محشر میں کوئی سفارش، رشتہ داری یا جذباتی فریاد کام نہیں آئے گی۔ وہاں صرف انصاف ہوگا، وہ بھی ایسا انصاف جس میں کسی قسم کی نرمی یا جھکاؤ نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (سورۃ الزلزال 8,7)

ترجمہ: ''تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔''

کافی دیر تک نوجوان رجسٹر دیکھنے کے بعد کہتا ہے: ''آپ کا نام یہاں نہیں ہے۔۔۔ یعنی آپ کا نام جنتیوں کے ناموں میں شامل نہیں ہے۔'' یہ جملہ بوڑھے کے لیے موت سے بڑھ کر ایک صدمہ ہے۔ اس کے تمام خواب، التجائیں اور امیدیں ایک لمحے میں ٹوٹ جاتی ہیں۔ وہ جو لمحہ بھر پہلے جنت میں جانے کی اجازت مانگ رہا تھا، اب اسے بتایا جا رہا ہے کہ اس کا نام اس فہرست میں موجود ہی نہیں۔ یہ جملہ دراصل اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ انسان دنیا میں جو کرتا ہے، اس کا انجام اسی کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر اس نے نیک عمل کیے ہوں تو اس کا نام جنتیوں کی فہرست میں آتا ہے اور اگر وہ گناہ گار رہا ہو تو اس کا انجام محرومی اور ناکامی ہے۔ بوڑھے کے لیے یہ اعلان گویا آخری فیصلہ ہے کہ جنت اس کے لیے نہیں۔

''یہ عمارت آپ کے لیے نہیں'' کے الفاظ اس محرومی کو اور گہرا کرتے ہیں۔ یہ صرف جنت کی عمارت نہیں، بلکہ اس سکون، راحت اور ابدی نعمتوں کی علامت ہے جو نیک اعمال کرنے والوں کو ملتی ہیں۔ بوڑھے کے لیے یہ اعلان نہ صرف اس کی آخرت کی ناکامی ہے بلکہ اس کی پوری زندگی کی حقیقت کا خلاصہ بھی ہے۔

یہ پورا منظر محض ایک داستان نہیں بلکہ ایک تنبیہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی فانی ہے، مگر اس میں کیے گئے اعمال کا اثر ابدی زندگی پر ہوتا ہے۔ وہاں کوئی دھوکا نہیں، کوئی سفارش نہیں اور کوئی دوسرا موقع نہیں۔ وہاں ہر شخص کو اپنا نام خود

اپنے عمل سے جنتیوں یا جہنمیوں کی فہرست میں لکھوانا ہوتا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:

''عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔''

عبارت نمبر 5

بوڑھے نے دنیا میں سن رکھا تھا کہ محشر میں جو شخص جنتی نہ ہو، تو اس کی جگہ دوزخ ہوگا جو آگ اور انگاروں سے بھرا رہتا ہے۔ جب نوجوان کے منھ سے اس نے اپنے جنتی نہ ہونے کی بات سنی تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور وہ عاجزی سے نوجوان کی منت سماجت کرنے لگا۔ نوجوان کو اس پر رحم آ گیا۔ اس نے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس سے کہا:

''اُس طرف جاؤ۔۔۔ آگے کچھ مکانات نظر آئیں گے۔ شاید وہاں آپ کا نام ہو۔ بے چارہ!''

بوڑھا گرمی کے مارے پسینے سے شرابور ہوتا ہوا اُن جانی منزل کی جانب بھاگتا رہا اور راستے میں جب تھک جاتا تو بیٹھ کر ذرا سستا لیتا اور پھر اٹھ کر بھاگتا رہتا۔ جب اُسے دُور سے بعض مکانات نظر آئے تو اُس نے اپنی رفتار تیز تر کر لی اور بالآخر وہاں پہنچ گیا۔ وہ مٹی اور گارے کے مکانات تھے۔ مگر ان کے اردگرد کے مناظر خوب صورت تھے اور وہ ایک بڑی چار دیواری کے اندر واقع تھے۔ اس چار دیواری کے دروازے کے سامنے بھی ایک نوجوان کھڑا تھا۔ یہ نوجوان پچھلے نوجوان کی مانند خوش شکل اور قد آور تو نہ تھا مگر پھر بھی اچھا لگتا تھا۔ بوڑھے نے دل میں سوچا کہ شاید یہ نوجوان پچھلے نوجوان کا بھائی ہو۔ لیکن پھر اس نے اپنا خیال خود ہی رَد کر دیا۔

سیاق وسباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ قیامت کے ہولناک منظر میں ایک بوڑھا شخص ہانپتے ہوئے جنت کے دروازے پر پہنچا۔ طویل غفلت کی نیند سے بیدار ہونے والے اس بوڑھے کو محشر کے ہنگاموں کا کوئی علم نہ تھا۔ داروغۂ جنت نے جب بوڑھے کا نام اپنے رجسٹر میں تلاش کیا تو وہاں موجود نہ پایا۔ بوڑھے کی بے تابی کے باوجود، نوجوان نے اسے یہ کہہ کر داخلے سے انکار کر دیا کہ اس کا نام جنتیوں کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔

تشریح طلب عبارت کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ محشر میں ایک بوڑھا شخص حساب کتاب سے رہ جانے پر جنت اور اعراف کے دروازوں پر بھٹکتا رہا۔ مایوس ہو کر وہ جہنم پہنچا جہاں ایک محافظ نے اسے دوزخ کی سیر کرائی۔ بوڑھے نے جلتے ہوئے لوگوں کے مختلف گروہ دیکھے مگر کسی کو نہ پہچانا۔ آخر کار ایک ایسے کنوئیں کو دیکھ کر جہاں لوگ ایک دوسرے کو باہر نکلنے سے روک رہے تھے، بوڑھے نے حسد اور خود غرضی کے کردار سے اپنی قوم کو پہچان لیا۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ ودَو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

تشریح طلب عبارت میں مصنف کہتے ہیں کہ جب بوڑھا جنت کے دروازے پر جاتا ہے تو اسے نوجوان بتاتا ہے کہ اس کا نام جنتیوں میں شامل نہیں، یعنی اس کا جنت میں ٹھکانا نہیں۔ بوڑھے نے زندگی میں یہ سنا تھا کہ قیامت کے دن اگر کسی کا نام جنت میں نہ ہو تو اس کی جگہ دوزخ میں ہوگی، جو آگ، انگاروں اور شدید تکلیف سے بھری ہوتی ہے۔ یہ بات اس کے ذہن میں ہمیشہ ایک خوف کی صورت میں رہتی تھی۔ اب جب اس نے نوجوان کے منھ سے سنا کہ اس کا نام جنت میں نہیں ہے تو بوڑھے کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اسے شدید خوف اور گھبراہٹ نے گھیر لیا۔ اس نے عاجزی اور ڈر کے عالم میں نوجوان کی منتیں شروع کر دیں،

جیسے کوئی شخص اپنی جان بچانے کے لیے کسی سے مدد مانگ رہا ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اب جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے، وہ دل پسند عیش میں ہوگا اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے، اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے اور تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔'' (سورۃ القارعہ: 6 تا 11)

نوجوان کو اس پر رحم آ گیا اور اسے اشارہ کیا کہ وہ اس طرف جائے، وہاں شاید اس کے لیے کوئی رہائش یا مکان موجود ہو۔ نوجوان کی بات سن کر بوڑھا، جو پہلے سے ہی گرمی کے اثرات اور خوف کی شدت سے تھکن کا شکار تھا، اَن جانی سمت میں بھاگنے لگا۔ اس کی رفتار بے ترتیب تھی، کبھی تیز اور کبھی تھوڑا سست۔ راستے میں جب تھک جاتا تو بیٹھ کر آرام کرتا اور پھر دوبارہ چل پڑتا۔ اس کی حالت قابلِ رحم تھی لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری۔

؎ تھکیں جو پاؤں تو چل سر کے بل، نہ ٹھہر آتش — گلِ مراد ہے منزل میں خار راہ میں ہے (حیدر علی آتش)

کچھ دیر بعد، دور سے بوڑھے کو کچھ مکانات نظر آئے۔ ان مکانات نے اسے ایک سکون اور امید دی کہ شاید یہاں اس کی منزل موجود ہے۔ اس نے اپنی رفتار بڑھا دی اور جلدی سے وہاں پہنچ گیا۔ جب وہ قریب پہنچا تو دیکھا کہ یہ مکانات مٹی اور گارے سے بنے ہوئے ہیں، یعنی بہت سادہ اور عام قسم کے مکانات ہیں۔ تاہم، ان کے اردگرد کا منظر اور ماحول خوب صورت اور خوشنما تھا۔ ایک بڑی چار دیواری کے اندر یہ مکانات واقع تھے، جو ایک طرح سے محفوظ اور محدود علاقے کی نشاندہی تھی۔ چار دیواری کے دروازے کے سامنے ایک اور نوجوان کھڑا تھا۔ یہ نوجوان پہلے نوجوان کی طرح خوش شکل اور قد آور تو نہیں تھا، مگر پھر بھی ایک مثبت اور اچھا تاثر دیتا تھا۔ بوڑھے نے دل میں سوچا کہ شاید یہ نوجوان پہلے نوجوان کا بھائی ہو، لیکن فوراً ہی اس خیال کو مسترد کر دیا۔ اس نے خود کو یاد دلایا کہ قیامت کے دن کے حالات میں ظاہری شکل یا رشتے کا تعلق اہم نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۙ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (سورۃ الشعراء 89,88)

ترجمہ: ''جس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ اولاد مگر وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے حضور پاک دل لے کر آئے گا۔''

بوڑھے کی یہ کہانی انسان کی فکر اور تلاش کی عکاسی کرتی ہے۔ بوڑھا اپنے خوف اور غیر یقینی صورتحال میں رہتے ہوئے، اپنی منزل کی تلاش میں ہے۔ اس کی کوششیں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ انسان ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ وہ محفوظ اور مطمئن رہے، خاص طور پر جب اسے اپنی بقا اور آخرت کے بارے میں فکر ہو۔ تھکن، پسینے اور گرمی کے باوجود وہ ہمت نہیں ہارتا، بلکہ مسلسل آگے بڑھتا رہتا ہے۔ یہ اس کی حوصلہ مندی اور زندگی میں امید رکھنے کی عکاسی ہے۔

؎ کچھ اور بڑھ گئے ہیں اندھیرے تو کیا ہوا — مایوس تو نہیں ہیں طلوعِ سحر سے ہم (ساحر لدھیانوی)

بوڑھے کے خیالات اور اس کی کوششیں انسان کی فطرت، خوف، امید اور صبر کو بیان کرتی ہیں۔ اس کا خوف اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ انسان اپنی زندگی اور مستقبل کے بارے میں فکر مند رہتا ہے۔ نوجوان کی مدد اور رہنمائی یہ بتاتی ہے کہ تعاون اور رہنمائی ملنے سے مشکلات آسان ہو سکتی ہیں۔ مکانات اور ماحول کی سادگی یہ سبق دیتی ہے کہ حقیقی سکون اور اطمینان ہمیشہ بڑی یا شان دار چیزوں میں نہیں بلکہ سادہ اور محفوظ ماحول میں ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ بوڑھے کی تھکن اور اس کی مسلسل کوشش یہ ظاہر کرتی ہے کہ انسان جب کسی مقصد کے حصول کی کوشش کرتا ہے تو وہ جسمانی اور ذہنی مشکلات سے ضرور گزرتا ہے۔ مگر اس کی امید اور ہمت اسے آگے بڑھنے کی طاقت دیتی ہیں۔ نوجوان کی موجودگی اور اشارہ اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ زندگی میں کبھی کبھار کسی کی رہنمائی اور مدد انسان کے لیے سب کچھ آسان کر دیتی ہے اور اسے صحیح راستے کی طرف لے جاتی ہے۔

؎ ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے — آتے ہیں جو کام دوسروں کے (علامہ محمد اقبالؒ)

مختصر یہ کہ خوف، تھکن اور غیر یقینی حالات کے باوجود انسان کو اپنی منزل کی تلاش جاری رکھنی چاہیے۔ رہنمائی، صبر اور مستقل مزاجی انسان کو اس کی منزل تک پہنچا سکتی ہیں۔ حقیقی سکون اور خوشی سادگی، امن اور حفاظت کے ماحول میں ہی مل سکتی ہے۔

عبارت نمبر 6

''نہیں، یہ بھائی تو نہیں ہو سکتے، البتہ ہم پیشہ ہو سکتے ہیں۔'' جب قریب پہنچا تو نوجوان کو سلام دے کر، کہا:

''بیٹے! میرے نام کو اپنے رجسٹر میں تلاش کریں۔ میں آپ کے ہم پیشہ نوجوان کے کہنے پر یہاں آیا ہوں۔ صبح میں حساب کتاب سے رہ ہو گیا ہوں۔ خدا نے میرا نام جنتیوں کے ناموں میں شامل نہیں کیا ہے۔ شاید آپ کے رجسٹر میں میرا نام درج ہو۔ جلدی کیجیے بیٹے! جلدی کیجیے۔۔۔ کیوں کہ مجھے سخت گرمی لگ رہی ہے۔ میں اس شدید گرمی کو اب مزید برداشت نہیں کر سکتا میرے بیٹے!''

بوڑھا بولتا جا رہا تھا اور نوجوان حیرت سے اس کے چہرے کو تکتا ہوا سوچ رہا تھا کہ ''یہ بھلا کون ہوگا جو حشر کے دن بھی در بدر پھر رہا ہے۔'' نوجوان ابھی تک سوچ رہا تھا کہ بوڑھے نے پھر کہا: ''میرا نام کلیڈ ہے۔۔۔ میرے باپ کا نام ٹھلو ہے۔ میری عمر ستر سال ہے۔ میں پنجیں کرز بلوچستان کا باشندہ ہوں۔ میں سو گیا تھا اور حساب کتاب سے رہ گیا تھا۔ آپ اپنے رجسٹر میں میرا نام تو دیکھیے۔ لیکن جلدی کیجیے، کیوں کہ میں گرمی سے مرا جا رہا ہوں۔''

بوڑھے نے پوچھے بغیر اپنے تمام حالات نوجوان کے گوش گزار کر دیے۔ نوجوان اپنے رجسٹر میں اس کا نام تلاش کرنے لگا، مگر کچھ دیر بعد اس نے بوڑھے سے پوچھا:

''کیا نام بتایا آپ نے؟۔۔۔ کلیر! اور باپ کا نام تھلو؟ یہ نام یہاں نہیں ہے۔''

سیاق و سباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ میدانِ محشر کی شدید گرمی میں نیند سے بیدار ہونے والا ایک بوڑھا شخص حساب کتاب سے محروم رہ جانے پر بے حال ہو کر جنت کے دروازے پر پہنچتا ہے۔ وہاں رجسٹر میں نام نہ ملنے پر، محافظ اسے دوسری عمارت کی طرف بھیج دیتا ہے۔ بوڑھا سخت تپش اور اضطراب کے عالم میں اپنی منزل تلاش کرتا ہوا ایک اور چار دیواری کے قریب پہنچ جاتا ہے، اس امید پر کہ شاید وہاں اس کا نام درج ہو۔

ایک بوڑھا شخص اپنے نام کا اندراج نہ ہونے پر جنت اور اعراف سے گزر کر دوزخ پہنچتا ہے۔ وہاں ایک شخص اسے دوزخ کے مختلف کنوؤں کی سیر کرواتا ہے تاکہ وہ اپنی قوم کو تلاش کر سکے۔ بوڑھا کاہل، متحد اور بزدل لوگوں کو اپنی قوم ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ بالآخر ایک ایسے کنوئیں کو دیکھ کر جہاں لوگ ایک دوسرے کو باہر نکلنے سے روکنے کے لیے پیر کھینچ رہے تھے، وہ اپنی قوم کو پہچان لیتا ہے۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ و دو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

مصنف کہتے ہیں کہ بوڑھا محشر کے دن خوف میں مبتلا ہے کیوں کہ اس نے سنا تھا کہ جو شخص جنتی نہ ہوگا، وہ دوزخ میں جائے گا۔ جب اس نے نوجوان سے سنا کہ اس کا نام جنت میں نہیں تو شدید گھبرا گیا اور خوف کے عالم میں نوجوان سے مدد مانگنے لگا۔ نوجوان نے اس پر رحم کھا کر اسے اشارہ کیا کہ وہ اس طرف جائے، شاید اس کی منزل وہاں ہو۔ بوڑھا تھکن اور گرمی سے نڈھال تھا۔ وہ راستے میں آرام کرتا اور پھر دوبارہ چل پڑتا۔ آخر کار وہ مٹی اور گارے کے مکانات تک پہنچا جو ایک بڑی چار دیواری کے اندر تھے۔ دروازے کے سامنے ایک نوجوان کھڑا تھا جو بوڑھے کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنا۔

؎ تم میری مسافت کے لیے آخری حد ہو اب تم سے پرے راہ گزر کوئی نہیں ہے (خرم خلیق)

تشریح طلب عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ بوڑھا نوجوان کے پاس جاتا ہے اور اپنا مسئلہ بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ کسی رجسٹر میں اس کا نام تلاش کر کے یہ معلوم کرے کہ کیا وہ اہلِ جنت میں شامل ہے یا نہیں۔ بوڑھا اپنی حالت بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ صبح وہ حساب کتاب سے رہ گیا تھا کیوں کہ وہ سویا ہوا تھا۔ وہ اپنا حساب کتاب نہیں دیکھ سکا اس لیے اب اسے پریشانی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدا نے اس کا نام جنتیوں کے ناموں میں شامل نہیں کیا، یعنی وہ فکر مند ہے کہ شاید اس کے اعمال اتنے اچھے نہیں تھے کہ وہ جنت کا اہل ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت مہربان ہے۔ وہ ہر وقت بندوں پر کرم فرماتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ بندہ سرکشی اختیار نہ کرے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (سورۃ طٰہٰ:82)

ترجمہ: ''اور میں بے شک بہت بڑا معاف کرنے والا ہوں، اُسے جو توبہ کرتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے پھر سیدھی راہ پر چلتا رہتا ہے۔''

یہاں انسان کی فطری فکر اور خوف کا عنصر واضح ہے جو ہر انسان محشر کے دن محسوس کرے گا۔ بوڑھا، نوجوان کو اپنے حالات بتانے میں بہت جلدی اور اضطراب میں ہے۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ جلدی کیجیے کیوں کہ اسے سخت گرمی لگ رہی ہے۔ اس کا یہ کہنا محشر کے دن کے ماحول کی شدت اور خوف ناک صورت حال کو ظاہر کرتا ہے۔ محشر کے دن سورج اتنا قریب آجائے گا کہ سب اس کی حرارت و گرمی سے پریشان ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں شرابور ہوں گے۔ جس سے گناہ گاروں کی پریشانیاں مزید بڑھا دی جائیں گی۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن لوگ پسینے میں شرابور ہو جائیں گے اور حالت یہ ہو جائے گی کہ ان کا پسینہ زمین پر ستر ہاتھ تک پھیل جائے گا اور منھ تک پہنچ کر کانوں کو چھونے لگے گا۔ (بخاری و مسلم)

بوڑھا اپنا تعارف کرواتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کا نام کلیڈ ہے، باپ کا نام ٹھلو ہے، عمر ستر سال ہے اور وہ پنجیں کرز بلوچستان کا باشندہ ہے۔ محشر کے دن ہر شخص کی پہچان، اس کی زندگی اور اس کے اعمال کی مکمل تفصیلات درج ہوں گی۔ بوڑھا بھی اپنے حالات کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کر رہا ہے تاکہ رجسٹر میں اسے صحیح طور پر تلاش کیا جا سکے۔ نوجوان بوڑھے کی بات سن کر رجسٹر میں اس کا نام تلاش کرنے لگتا ہے۔ یہ رجسٹر شاید ان لوگوں کے ناموں کی فہرست ہے جو جنت میں جائیں گے یا جو حساب کتاب کے عمل سے گزر چکے ہوں گے۔ بوڑھا جلدی اور اضطراب کے ساتھ کہتا ہے کہ وہ گرمی سے مرا جا رہا ہے۔ نوجوان جب رجسٹر میں نام تلاش کرتا ہے تو اسے نہیں ملتا۔ وہ بوڑھے سے سوال کرتا ہے کہ کیا اس نے اپنا نام کلیر اور باپ کا نام تھلو بتایا تھا؟ بوڑھے نے اپنا نام کلیڈ اور باپ کا نام ٹھلو بتایا تھا، جو رجسٹر میں موجود نہیں تھا۔ بوڑھے نے دیکھا کہ نوجوان نے اس کا اور اس کے باپ کا نام، دونوں غلط بتائے ہیں۔

بوڑھے کا اضطراب اور نوجوان کی حیرت اس بات کو بھی ظاہر کرتی ہے کہ محشر کے دن انسان کا اپنے اعمال کا مکمل جوابدہ ہونا ایک حقیقت ہے۔ یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کوئی بھی انسان اپنی زندگی میں کیے گئے اعمال سے بچ نہیں سکتا۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور کوئی اپنے اعمال کو چھپا نہیں سکتا۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ (سورۃ الزلزال 8,7)

ترجمہ: ''جو ذرہ برابر نیکی کرے گا، وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی دیکھ لے گا۔''

مختصر یہ کہ یہ عبارت محشر کے دن کے ماحول، انسانی اضطراب، اعمال کی اہمیت اور حساب کتاب کے عمل کو آسان الفاظ میں واضح کرتی ہے۔ بوڑھے اور نوجوان کے درمیان مکالمہ اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ محشر ایک حقیقت ہے اور ہر انسان کو اپنی زندگی میں نیک اعمال کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ حساب کتاب کے دن پریشانی سے بچ سکے۔

عبارت نمبر 7

بوڑھے نے دیکھا کہ نوجوان نے اس کا نام اور اس کے باپ کا نام دونوں غلط بتائے۔ شاید رجسٹر میں بھی اس نے غلط دیکھے ہیں۔ اس لیے اس نے اپنا نام اور اپنے باپ کا نام دونوں دوبارہ بتا دیے: ''میرا نام کلیڈ اور میرے باپ کا نام ٹہلو ہے آپ یہی نام دیکھ لیں۔''

نوجوان نے پھر کلیر ولد تصلو کے نہ ہونے کا اعلان کیا۔ بوڑھے نے پھر کلیڈ ولد ٹہلو دیکھنے کی استدعا کی۔ عربی اور بلوچی کے فرق نے دونوں کو کافی پریشان کر رکھا تھا۔ کلیڈ ولد ٹہلو اور کلیر ولد تصلو کی الجھن سے بیزار ہو کر نوجوان نے مشرق کی جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''اس طرف چلے جائیے۔ اتنا کہہ کر نوجوان نے اپنا منھ پھیر لیا۔ بوڑھا سمجھ گیا کہ وہ بیزار ہو گیا ہے۔۔۔ اس لیے مجبوراً وہاں سے چلنے لگا مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے پوچھا:

''یہ بتائیے کہ اس جگہ کا کیا نام ہے، جہاں پچھلی جگہ کی طرح میرا نام نہیں ہے۔''

''بابا! اس جگہ کو ''اعراف'' کہتے ہیں۔۔۔'' نوجوان نے غصے سے جواب دیا: ''یہ ان لوگوں کی جگہ ہے۔ جو یہاں چند سال گزارنے کے بعد جنت میں جاتے ہیں۔ یہاں آپ کا نام نہیں ہے۔۔۔''

سیاق و سباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ محشر کے شدید گرم دن، کلیڈ نامی بوڑھا حساب کتاب سے رہ جانے کے بعد جنت کے دروازے پر پہنچتا ہے۔ وہاں موجود محافظ رجسٹر میں نام نہ ملنے پر اسے داخلے سے روک دیتا ہے۔ گرمی سے نڈھال بوڑھا ہدایت کے مطابق دوسرے مقام پر جاتا ہے اور وہاں موجود محافظ سے مدد کی التجا کرتا ہے۔ تاہم وہاں بھی رجسٹر میں اس کا نام موجود نہیں ہوتا۔ بوڑھا اپنی قوم کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔

تشریح طلب عبارت کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص اپنی قوم کی تلاش میں دوزخ تک پہنچتا ہے۔ وہاں ایک محافظ اسے مختلف کنوؤں میں جلتے ہوئے لوگ دکھاتا ہے، لیکن وہ اپنی قوم کو نہیں پہچان پاتا۔ کہیں لوگ خاموش تھے، کہیں آپس میں ہمدرد اور کہیں بزدل۔ آخر کار اسے ایک ایسا کنواں نظر آتا ہے جہاں ہر شخص باہر نکلنے والے کو ٹانگوں سے پکڑ کر نیچے کھینچ رہا تھا۔ بوڑھا اپنی قوم کو فوراً پہچان لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی میری قوم ہے، کیوں کہ دنیا میں بھی ان کا یہی کردار تھا کہ وہ دوسروں کی ترقی سے جل کر انھیں نیچے گرانے کی کوشش کرتے تھے اور وہ کبھی متحد نہ رہ سکے۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ و دو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

مصنف بتاتے ہیں کہ گرمی کی شدت اور سفر کی تھکن سے نڈھال جب بوڑھا جنت کے دروازے پر پہنچا تو اسے جنت کے داروغہ نے روک لیا۔ اس نے جنتیوں کے رجسٹر میں بوڑھے کا نام تلاش کیا لیکن اس کا نام وہاں موجود نہیں تھا۔ اس نوجوان نے اسے ایک اور عمارت کی طرف بھیج دیا۔ وہ نئی عمارت کے دروازے پر پہنچا تو اسے مزید تفتیش کا سامنا کرنا پڑا۔ بوڑھے نے نوجوان کو اپنا نام کلیڈ اور اپنے باپ کا نام ٹہلو بتایا۔ نوجوان بلوچی نام کو عربی زبان کے مطابق کلید اور تصلو سمجھا۔ اس نے رجسٹر میں نام تلاش

کیا لیکن ''کلید ولد تصلو'' کہیں نظر نہ آیا۔ بوڑھے نے دیکھا کہ نوجوان نے اس کا اور اس کے باپ کا نام دونوں غلط بتائے ہیں۔ بوڑھا پریشان ہے اور وہ نوجوان سے کہتا ہے کہ وہ رجسٹر میں اس کا نام دوبارہ تلاش کرے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس کا انجام کیا ہے۔ وہ جلدی کرنے کو کہتا ہے کیوں کہ اسے شدید گرمی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کے الفاظ میں ایک بے چینی، اضطراب اور تکلیف چھپی ہے۔ یہاں ''گرمی'' سے مراد صرف جسمانی حرارت نہیں بلکہ آخرت کے عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ وہ گرمی جہنم کے قریب ہونے یا عذاب کی ابتدا کا احساس ہے۔ قرآنِ مجید میں بتایا گیا ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (سورۃ التوبہ:81)

ترجمہ: ''(اے نبی) کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش ان لوگوں کو اس کی سمجھ ہوتی۔''

تشریح طلب عبارت میں مصنف مزید کہتے ہیں کہ نوجوان رجسٹر کھولتا ہے اور بوڑھے کا نام تلاش کرنے لگتا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ سر اٹھا کر پوچھتا ہے: ''کیا نام بتایا آپ نے؟ کلیر ولد تصلو؟ یہ نام یہاں نہیں ہے۔'' یہ بات سن کر بوڑھا حیران ہوتا ہے، کیوں کہ اس نے تو اپنا نام کلیڈ ولد ٹھلو بتایا تھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ نوجوان نے اس کا نام اور اس کے باپ کا نام غلط بتایا ہے۔ بوڑھے کے لب و لہجے میں بلوچی رنگ ہے، جب کہ نوجوان عربی زبان بولتا ہے۔ یہی زبان کا فرق دونوں کے درمیان دیوار بن جاتا ہے۔ بقول امیر خسرو:

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

ترجمہ: ''میرے محبوب کی زبان ترکی ہے اور میں ترکی زبان نہیں جانتا۔''

بوڑھا فوراً وضاحت کرتا ہے کہ میرا نام کلیڈ اور میرے باپ کا نام ٹھلو ہے۔ آپ یہی دیکھ لیں۔ مگر نوجوان پھر رجسٹر دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ کلیر ولد تصلو کا نام درج نہیں ہے۔ اب نوجوان کو سمجھ آ جاتی ہے کہ یہ معاملہ زبان کے فرق کی وجہ سے بگڑ گیا ہے۔ بوڑھا اپنے نام اور باپ کے نام کی درستی پر زور دیتا ہے لیکن نوجوان اس کی بات کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے۔ جب نوجوان کو بار بار سمجھانے کے باوجود اس کا نام نہیں ملتا تو نوجوان تنگ آ جاتا ہے۔ وہ بیزاری سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے: اس طرف چلے جایئے۔ آپ کو ایک آگ جلتی ہوئی نظر آئے گی۔ اسی آگ کے پاس آپ کو کلیر ولد تصلو کا نام مل جائے گا۔ نوجوان دراصل اشارہ کر رہا ہے کہ اس کا انجام آگ یعنی جہنم کی طرف ہے۔ مگر وہ براہِ راست یہ بات نہیں کہتا بلکہ اشارے میں بات ختم کر دیتا ہے۔

؎ جا کے اب نارِ جہنم کی خبر لے زاہد ندیاں بہہ گئیں اشکوں کی گنہ گاروں میں (مضطر خیر آبادی)

بوڑھا اس کے لہجے سے سمجھ جاتا ہے کہ وہ اب بات نہیں بڑھانا چاہتا۔ وہ مایوس ہو کر چلنے لگتا ہے لیکن چلتے چلتے اسے ایک سوال پریشان کرتا ہے۔ وہ پلٹ کر پوچھتا ہے: یہ بتایئے کہ اس جگہ کا کیا نام ہے جہاں پچھلی جگہ کی طرح میرا نام نہیں ہے؟ بوڑھا اپنی اصل جگہ یا حیثیت جاننا چاہتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ نہ وہاں ہے جہاں حساب مکمل ہو چکا ہے، نہ وہاں جہاں فیصلہ سنایا جائے گا۔ وہ ایک ایسی جگہ ہے جو نہ جنت ہے نہ جہنم۔ نوجوان غصے سے جواب دیتا ہے: بابا! اس جگہ کو اعراف کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی جگہ ہے جو یہاں چند سال گزارنے کے بعد جنت میں جاتے ہیں۔ یہاں آپ کا نام نہیں ہے۔۔۔ میری جان تو چھوڑیے۔

''اعراف'' دراصل جنت اور جہنم کے درمیان ایک مقام ہے جہاں ان لوگوں کو رکھا جائے گا جن کے نیک اور برے اعمال برابر ہوں گے۔ اس لیے ان کے لیے فوری فیصلہ نہیں ہوگا۔ وہ وہاں کچھ وقت کے لیے رکھے جائیں گے اور بعد میں اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ قرآنِ مجید کی سورۃ الاعراف کی آیات 46، 47 اور 48 میں اصحابِ اعراف کا ذکر موجود ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں بھی اصحابِ اعراف کے بارے میں بتایا گیا ہے:

من استوت حسناته وسياته كان من اصحاب الاعراف (تفسیر ابن جریر طبری، زیرِ آیت 46 سورۃ الاعراف)

ترجمہ: ''جس شخص کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہو گئیں، وہ اعراف والوں میں سے ہوگا۔''

اس واقعے میں بوڑھا ہر اس انسان کی نمائندگی کرتا ہے جو دنیا میں اپنی زندگی بے فکری سے گزارتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ

اس کی پہچان اس کے نام، خاندان یا علاقے سے ہے۔ لیکن آخرت میں ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہاں انسان کی اصل پہچان اس کے اعمال اور نیت سے ہوگی۔ بوڑھے کو اپنی زندگی میں شاید احساس نہ تھا کہ اس کے اعمال کا حساب ہونا ہے۔ اب وہ مرنے کے بعد اپنی اصل حیثیت جاننے کی کوشش میں ہے، مگر اس کے لیے کچھ واضح نہیں۔ نوجوان کا کردار فرشتے کا ہے۔ اس کے پاس ناموں کا رجسٹر ہے۔ وہ بوڑھے سے جذباتی یا ذاتی تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا کام صرف یہ دیکھنا ہے کہ نام درج ہے یا نہیں اور اعمال کے مطابق انجام کیا ہے؟ اس کا غصہ یا بیزاری دراصل اس حقیقت کی نمائندگی کرتا ہے کہ آخرت میں کسی کے اصرار، وضاحت یا بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہاں صرف حق، انصاف اور اعمال کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (سورۃ الزلزال 8,7)

ترجمہ: ”تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا، وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی دیکھ لے گا۔“

تشریح طلب عبارت میں نوجوان کی بوڑھے کے ساتھ ہونے والی گفت گو ہمیں یہ احساس دلاتی ہے کہ انسان کے لیے سب سے اہم چیز اس کے اعمال ہیں۔ دنیا کی زبانیں، قومیتیں، رشتے یا علاقے آخرت میں کسی کام کے نہیں۔ وہاں صرف ایک ہی چیز دیکھی جائے گی۔ اگر انسان کے نیک اعمال زیادہ ہوں گے تو وہ جنت میں جائے گا، اگر برے اعمال زیادہ ہوں گے تو جہنم میں۔ لیکن اگر دونوں برابر ہوں گے تو اسے ”اعراف“ میں رکھا جائے گا۔ ”اعراف“ ایک طرح کی انتظار گاہ ہے۔ وہاں کے لوگ نہ جنت کی راحتوں میں ہوں گے، نہ جہنم کے عذاب میں۔ وہ بیچ کی حالت میں رہیں گے۔ یہ حالت انسان کے لیے نہایت تکلیف دہ ہوتی ہے، کیوں کہ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ بوڑھا شخص اسی بے یقینی کا شکار ہے۔ وہ نہ پوری طرح مایوس ہے، نہ مطمئن۔ وہ امید اور خوف کے درمیان کھڑا ہے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (سورۃ الشعراء 89,88)

ترجمہ: ”جس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ اولاد مگر وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے حضور پاک دل لے کر آئے گا۔“

مختصر یہ کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ دنیا میں انسان اکثر اپنی شناخت، رتبہ، زبان یا قوم پر فخر کرتا ہے۔ مگر آخرت میں یہ سب چیزیں بے معنی ہو جاتی ہیں۔ وہاں صرف اعمال باقی رہ جاتے ہیں۔ بوڑھے شخص کی ساری کوشش اپنے نام کی درستی پر مرکوز ہے، لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اس کے مسئلے کی جڑ اعمال میں ہے، نام میں نہیں۔

عبارت نمبر 8

بوڑھا مشرق کی طرف روانہ ہوا اور بے بسی اور مجبوری سے شدید گرمی میں بھاگتا رہا۔ اسی امید پر کہ شاید کبھی کوئی سایہ مل جائے۔ اس نے دُور سے ایک آگ جلتی ہوئی دیکھی۔ آگ کے شعلے کبھی سرخ، کبھی سبز اور کبھی کالے نظر آ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد دھوپ کی گرمی کے ساتھ ساتھ آگ کے شعلوں کی گرمی نے بھی بوڑھے کو آلیا۔ لیکن وہ چلتا رہا۔ جب قریب پہنچا تو ایک شخص نے بوڑھے کا خیر مقدم کیا۔ یہ شخص ان دونوں نوجوانوں سے مختلف تھا۔ یہ شخص انتہائی کالا اور بدشکل تھا۔ ناک ہاتھی کی ناک جیسی اور آنکھیں پیشانی پر، ایک موٹا سا ڈنڈا ہاتھ میں، جس کا سرا جلا ہوا۔

سیاق و سباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ محشر کی شدید تپتی دھوپ میں ستر سالہ کلیڈ نامی بوڑھا جو طویل نیند کے سبب حساب کتاب سے رہ گیا تھا، اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ پہلے وہ ایک جنت کی عمارت کے داروغہ کے پاس گیا، مگر رجسٹر میں نام نہ ہونے پر مایوس لوٹا۔ بعد ازاں اعراف کے نگہبان نے بھی نام کے تلفظ کے الجھاؤ میں اسے وہاں سے بے دخل کر دیا۔ یوں بوڑھا گرمی اور بے یقینی کے عالم میں مسلسل بھٹکتا رہا۔

تشریح طلب عبارت کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ایک بوڑھا اپنی قوم کی تلاش میں نکلا۔ وہاں موجود ایک شخص نے اسے مختلف کنوؤں کی سیر کرائی۔ بوڑھے نے خاموش، ہمدرد اور بزدل لوگوں کو اپنی قوم ماننے سے انکار کر دیا۔ بالآخر ایک ایسے کنویں کے پاس پہنچ کر جہاں لوگ ایک دوسرے کو باہر نکلنے سے روک رہے تھے اور ٹانگیں کھینچ رہے تھے، بوڑھا پہچان گیا کہ یہی اس کی قوم ہے، کیوں کہ دنیا میں بھی ان کا کردار ایک دوسرے کی ترقی میں رکاوٹ بننا تھا۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ و دو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

مصنف بتاتے ہیں کہ شدید گرمی میں بوڑھا اعراف کے دروازے پر موجود نوجوان کو اپنا نام بتاتا ہے۔ نوجوان بوڑھے کا نام رجسٹر میں تلاش کرتا ہے مگر غلط تلفظ اور زبان کے فرق کی وجہ سے کلیڈ ولد ٹہلو کو کلیر ولد تھلو سمجھ لیتا ہے، جس سے الجھن پیدا ہوتی ہے۔ آخر کار نوجوان بیزار ہو کر مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہاں آگ کے پاس اس کا نام مل جائے گا۔ جب بوڑھا پوچھتا ہے کہ یہ جگہ کون سی ہے تو نوجوان بتاتا ہے کہ یہ ''اعراف'' ہے، جہاں وہ لوگ رہتے ہیں جن کا فیصلہ ابھی نہیں ہوا۔

تشریح طلب عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ بوڑھا شدید گرمی اور تھکن کے باوجود مشرق کی طرف بڑھتا رہا۔ اس کی حالت نہایت ناتواں اور کمزور تھی۔ جسم اور دماغ دونوں تھک چکے تھے، لیکن دل میں ایک ہلکی سی امید کی روشنی ابھی باقی تھی کہ شاید اسے کہیں سایہ یا کچھ آرام مل جائے۔ زمین گرم تھی اور سورج اپنی پوری شدت سے زمین کو جلا رہا تھا۔ قدم اٹھانا اس کے لیے کٹھن تھا اور ہر سانس کے ساتھ اس کی ہچکیاں اور زیادہ گہری ہو رہی تھیں۔

؎ فلک دہکا دہکا، فضا پگھلی پگھلی، ہوا تپتی تپتی، زمیں تانبا تانبا
ہے اُبلی ہوئی آبگیروں میں کائی کوئی جیسے پانی کو کھولا رہا ہے (احسان دانش)

اس کے پاؤں ریت میں دھنس رہے تھے لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری۔ اس کے دل میں ایک عاجزانہ آرزو تھی کہ کہیں اسے کچھ سکون یا راحت مل جائے اور اسی امید کے ساتھ وہ چلتا رہا۔ دور سے اس نے آگ کے شعلے دیکھے۔ یہ آگ عام آگ جیسی نہیں تھی بلکہ اس کے شعلے کبھی سرخ، کبھی سبز اور کبھی کالے نظر آ رہے تھے۔ یہ منظر بوڑھے کے لیے خوف ناک اور حیران کن تھا۔ شعلوں کی حرارت سورج کی گرمی میں مزید شدت پیدا کر رہی تھی اور بوڑھا اپنے جسم میں جلتی ہوئی تھکن محسوس کر رہا تھا۔ لیکن اس نے رکنے یا پیچھے مڑنے کا سوچا بھی نہیں۔ اس کی خواہش صرف آگ کے قریب پہنچنے اور وہاں کچھ سکون حاصل کرنے کی تھی۔

؎ یہ دھوپ تو ہر رخ سے پریشان کرے گی کیوں ڈھونڈ رہے ہو کسی دیوار کا سایہ (اطہر نفیس)

بوڑھا جب آگ کے قریب پہنچا تو ایک شخص نے اس کا استقبال کیا۔ یہ شخص عام انسانوں سے بالکل مختلف نظر آ رہا تھا۔ اس کا جسم کالا تھا اور شکل و صورت عجیب و غریب تھی۔ اس کی ناک ہاتھی جیسی بڑی اور لمبی تھی اور آنکھیں اس کی پیشانی پر نمایاں تھیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک موٹا سا ڈنڈا تھا جس کا سرا اُجلا تھا۔ اسے دیکھ کر بوڑھا خوف زدہ ہوا لیکن اس کے پاس رکنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ بوڑھا تھکا ہوا اور کمزور حالت میں اس شخص کے سامنے کھڑا رہا۔ وہ شخص بوڑھے کے قریب آ کر اس سے مخاطب ہوا، لیکن اس کا لہجہ سنجیدہ اور سخت تھا۔ لیکن یہ پچھلے دونوں نوجوانوں سے مختلف تھا اور اخلاق و ہمدردی کے لحاظ سے بھی اُن نوجوانوں سے بہتر تھا۔ بوڑھا اپنی حالت میں بے بس تھا، لیکن دل میں ایک ہلکی سی امید تھی کہ شاید یہ شخص اسے کچھ راحت یا سکون دے سکے۔ میدانِ محشر میں

کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو امن و راحت میں ہوں گے۔ قرآنِ مجید میں ان لوگوں کے بارے میں بتایا گیا ہے:

ترجمہ: ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دیتے رہے، ان کے لیے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان پر (آخرت میں) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (سورۃ البقرہ:277)

یہ منظر دراصل ایک ایسے مقام کا احساس دلاتا ہے جہاں بوڑھے کی ہمت اور صبر کا امتحان ہو رہا ہے۔ شدید گرمی، آگ کے شعلے اور عجیب و غریب شخصیت، سب مل کر بوڑھے کے لیے ایک مشکل صورتِ حال پیدا کر رہے ہیں۔ اس صورتِ حال میں بوڑھے کا حوصلہ اور صبر اس کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ اس نے باوجود تھکن اور ڈر کے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا جو اس کی ہمت اور عزم کی علامت ہے۔ بوڑھا آگ کے قریب بڑھتا رہا، اس نے امید کا دامن نہیں چھوڑا۔ ہر قدم کے ساتھ وہ تھکتا گیا، لیکن رکنے کا ارادہ نہیں کیا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی اندرونی قوت اور حوصلہ، جسمانی کمزوریوں اور مشکلات پر غالب آ سکتا ہے۔

تھکیں جو پاؤں تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش ۔ گلِ مراد ہے منزل میں خار راہ میں ہے (حیدر علی آتش)

بوڑھا نہ صرف جسمانی طور پر تھکا ہوا تھا بلکہ ذہنی دباؤ اور خوف کا بھی شکار تھا، مگر اس نے خود کو قابو میں رکھا اور آگے بڑھتا رہا۔ بوڑھا، شدید گرمی اور تھکن کے باوجود، آگ کے شعلوں اور عجیب و غریب شخص کے سامنے کھڑا رہا۔ اس کی یہ ہمت اور صبر اس کی سب سے بڑی طاقت تھی۔ دراصل مشکلات کے باوجود انسان کو ہمت نہیں ہارنی چاہیے، بلکہ صبر اور مستقل مزاجی کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔ اسی طرح زندگی کی راہوں میں آنے والی آزمائشیں بھی انسان کو مضبوط بناتی ہیں اور نئے تجربات سکھاتی ہیں۔ آنحضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

وَاحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ (جامع ترمذی)

ترجمہ: ''اور اس چیز کی حرص کرو جو تمھیں فائدہ پہنچائے، اللہ سے مدد مانگو اور ہمت نہ ہارو۔''

عبارت نمبر 9

''آپ کون ہیں اور یہاں کیسے آئے ہیں؟'' کالے شخص نے بوڑھے سے دریافت کیا: ''جائیے! یہاں سے چلے جائیے یہ کوئی اچھی جگہ نہیں ہے۔''

''میں سو گیا تھا۔ حساب کتاب سے رہ گیا تھا۔۔۔ جنت اور اِعراف میں میرا نام نہیں تھا۔ اب آپ مہربانی کر کے اپنے رجسٹر میں دیکھیں کہ میرا نام اس میں ہے کہ نہیں۔۔۔ میرا نام۔''

''یہاں کوئی رجسٹر وجسٹر نہیں ہے بابا!' بوڑھے کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کالے شخص نے بتایا: ''جس کے گناہ ثوابوں سے زیادہ ہوں، ان کی جگہ یہیں ہے۔ یہاں نام کے ذریعے کوئی نہیں آتا۔۔۔ لیکن آپ کیسے آئے ہیں؟ یہاں تو ہر کسی کو فرشتے لاتے ہیں اور آگ سے بھرے ہوئے کنوؤں میں پھینک دیتے ہیں۔'' ''میں حیران ہوں۔''

بوڑھے نے کہا: ''دنیا میں میری ایک بڑی قوم تھی۔ لیکن یہاں تو میری قوم کا ایک فرد بھی نظر نہیں آتا؟ شاید مجھ سے پہلے آئے ہیں۔ اگر میں انھیں دیکھ لیتا تو مجھے اپنی جگہ کا بھی پتا چل جاتا۔ آپ مہربانی کر کے مجھے وہ کنوئیں تو دکھا دیں، جہاں آپ کے بقول فرشتے لوگوں کو لا کر پھینک دیتے ہیں۔''

سیاق و سباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ قیامت کی شدید گرمی میں، کلیڈ نامی ستر سالہ بوڑھا نیند سے بیدار ہو کر حساب کتاب سے محروم رہ جاتا ہے۔ پناہ کی تلاش میں وہ جنت کے دروازے پر پہنچتا ہے، مگر نام نہ ہونے پر مایوس ہو کر اعراف کا رخ کرتا ہے۔ وہاں بھی زبان اور نام کے فرق کے باعث اسے ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ بالآخر وہ دہکتی آگ کے خوف ناک مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

تشریح طلب عبارت کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص دوزخ میں اپنی قوم کو تلاش کر رہا ہے۔ مختلف کنوؤں کے مشاہدے کے بعد، اسے ایک ایسے کنوئیں کا منظر اپنی قوم کا لگتا ہے جہاں ہر فرد دوسرے کو باہر نکلنے سے روکنے کے لیے اس کے پاؤں کھینچ رہا ہے۔ بوڑھا شکلیں مسخ ہونے کے باوجود باہمی حسد، بغض اور انا پر مبنی کردار کی بنا پر اپنی قوم کو پہچان لیتا ہے۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ و دو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

؎ سر بام بھی پکارا، لب دار بھی صدا دی — میں کہاں کہاں نہ پہنچا تری دید کی لگن میں (قتیل شفائی)

مصنف کہتے ہیں کہ بوڑھا شدید گرمی اور تھکن کے باوجود مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سورج کی تپش اور زمین کی گرم ریت اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھی، لیکن دل میں ایک ہلکی سی امید اسے آگے بڑھنے کی طاقت دے رہی تھی۔ ہر قدم کے ساتھ وہ تھکتا، مگر رکنے کا ارادہ نہیں کرتا تھا۔ دور سے اسے آگ کے شعلے نظر آئے، جو کبھی سرخ، کبھی سبز اور کبھی کالے رنگ کے تھے۔ یہ منظر بوڑھے کے لیے خوف اور حیرت دونوں پیدا کر رہا تھا، لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری۔ جب وہ آگ کے قریب پہنچا تو ایک عجیب و غریب شخص نے اس کا استقبال کیا ہے۔ اس کا رنگ کالا، شکل و صورت غیر معمولی اور ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔ بوڑھا خوف کے باوجود عاجزی اور صبر کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ تھکن اور خوف کے باوجود وہ اپنی ہمت اور امید کو نہیں چھوڑتا۔

؎ یہ دھوپ تو ہر رخ سے پریشان کرے گی — کیوں ڈھونڈ رہے ہو کسی دیوار کا سایہ (اطہر نفیس)

وہ شخص بوڑھے کو دیکھ کر سوال کرتا ہے کہ وہ کون ہے اور یہاں کیوں آیا ہے۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں آنے والے خود اپنی مرضی سے نہیں آتے، بلکہ انھیں لایا جاتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ یہ کوئی اچھی جگہ نہیں ہے، یہ جہنم یا اس کے قریب کا علاقہ ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں گناہ گاروں کو سزا دی جاتی ہے۔ بوڑھا جواب دیتا ہے کہ وہ سو گیا تھا اور حساب کتاب سے رہ گیا۔ یہ جملہ نہایت معنی خیز ہے۔ یہ صرف جسمانی نیند کا ذکر نہیں بلکہ روحانی غفلت کا استعارہ ہے۔

؎ غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی — گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

دنیا میں انسان اپنی مصروفیات، لالچ، اور خواہشات میں اتنا کھو جاتا ہے کہ اسے یاد نہیں رہتا کہ ایک دن اس کا بھی حساب ہونا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ ابھی وقت ہے، مگر جب آنکھ کھلتی ہے تو سب کچھ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ بوڑھے کا کہنا کہ ''میرا نام جنت اور اعراف میں نہیں تھا'' اس بات کی علامت ہے کہ وہ نہ نیک لوگوں میں شامل تھا، نہ ایسے لوگوں میں جن کے بارے میں فیصلہ مؤخر ہوا ہو۔ وہ دراصل گناہ کے بوجھ تلے دبا ہوا شخص ہے جو نجات کی تلاش میں ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی اصحابِ اعراف کا ذکر موجود ہے۔ ایک حدیثِ مبارکہ میں اصحابِ اعراف کے بارے میں بتایا گیا ہے:

من استوت حسناته وسياته كان من اصحاب الاعراف (تفسیر ابن جریر طبری، زیرِ آیت سورۃ الاعراف آیت 46)

ترجمہ: ''جس شخص کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہو گئیں او وہ اعراف والوں میں سے ہوگا۔''

بوڑھا امید کرتا ہے کہ شاید اس کے رجسٹر میں اس کا نام درج ہو۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر اس کا نام اس رجسٹر میں مل جائے تو اسے کچھ آسانی مل سکتی ہے۔ لیکن وہ کالا شخص صاف انکار کر دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہاں کوئی رجسٹر نہیں، یہاں صرف وہ آتے ہیں جن کے گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہیں۔ کالا شخص مزید بتاتا ہے کہ یہاں کوئی خود نہیں آتا، بلکہ سب کو فرشتے لاتے ہیں اور انھیں

آگ سے بھرے کنوؤں میں پھینک دیتے ہیں۔ یہ کنویں جہنم کے گڑھے ہیں جہاں گناہگاروں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا دی جاتی ہے۔ بوڑھا حیران ہو جاتا ہے کہ وہ خود کیسے آ گیا کیوں کہ اسے کوئی فرشتہ نہیں لایا تھا۔ بوڑھا کہتا ہے کہ دنیا میں وہ ایک بڑی قوم کا فرد تھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کی قوم، اس کا قبیلہ یا اس کی پہچان اسے بچا لے گی۔ مگر یہاں وہ سب ختم ہو چکا ہے۔ آخرت میں نہ قوم کام آتی ہے، نہ خاندان۔ وہاں صرف انسان کے اپنے اعمال ساتھ دیتے ہیں۔ اس کے کہنے کے باوجود کہ ''میری قوم کہاں ہے؟'' کوئی جواب نہیں آتا، کیوں کہ وہاں ہر شخص اپنی سزا میں مبتلا ہے، کسی کو دوسرے کی پروا نہیں۔ آخرت میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ اس دن صرف نیک اعمال اور ایمان فائدہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

(سورۃ لقمان:33)

ترجمہ: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا، اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا، اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر دنیا کی زندگی تمھیں دھوکا میں نہ ڈال دے اور نہ دغاباز تمھیں اللہ سے دھوکا میں رکھیں۔''

بوڑھے کی یہ کیفیت بہت دردناک ہے۔ وہ اب بھی کسی امید پر زندہ ہے، وہ چاہتا ہے کہ وہ بچ جائے، شاید کوئی راستہ نکل آئے۔ وہ اس کالے شخص سے درخواست کرتا ہے کہ اسے وہ کنویں دکھا دے جہاں فرشتے لوگوں کو پھینکتے ہیں۔ یہ اس کی اندرونی بے چینی اور حقیقت کو جاننے کی تڑپ کا اظہار ہے۔ لیکن اس کی یہ خواہش دراصل اس کے انجام کے قریب ہونے کی علامت بھی ہے۔ دراصل انسان ساری زندگی دنیاوی آسائشوں، دولت، اور نام و نسب کے پیچھے لگا رہتا ہے، لیکن جب موت آتی ہے تو سب کچھ پیچھے رہ جاتا ہے۔ انسان کے ساتھ صرف اس کے اعمال جاتے ہیں۔ اگر اعمال نیک ہوں تو وہ روشنی اور سکون کی صورت میں سامنے آتے ہیں اور اگر برے ہوں تو وہ تاریکی، خوف اور عذاب کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

بوڑھے کی حالت ایک ایسی روح کی تصویر ہے جو اپنے انجام سے بے خبر رہی، جس نے زندگی بھر غفلت میں وقت گزارا اور اب حقیقت اس کے سامنے کھڑی ہے۔ اس کی یہ کیفیت ہمیں سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ اگر ہم زندگی میں اس حقیقت کو سمجھ لیں تو شاید ہمارا انجام مختلف ہو۔ اس عبارت میں آگ، کالا شخص، کنویں اور رجسٹر سب علامتیں ہیں۔ آگ انسان کے گناہوں اور ان کے نتیجے میں ملنے والے عذاب کی علامت ہے۔ کالا شخص برائی، گناہ اور خوف کی تصویر ہے۔ کنویں ان گہرائیوں کی علامت ہیں جن میں انسان اپنے برے اعمال کے بوجھ سے گرتا ہے۔ رجسٹر وہ ریکارڈ ہے جو ہر انسان کے اعمال کو محفوظ رکھتا ہے۔

مختصر یہ کہ انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے اپنے اعمال کی فکر کرنی چاہیے۔ اسے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہر عمل کا حساب دینا ہوگا۔ اگر انسان اس حقیقت کو سمجھ لے تو وہ کبھی غفلت میں نہیں پڑے گا۔ موت کا سفر تنہا ہے، وہاں نہ کوئی مددگار ہوگا، نہ کوئی قوم، نہ کوئی طاقت۔ صرف ایمان، نیکی اور سچائی ہی وہاں روشنی بن کر ساتھ دیں گے۔

؎ نہ بدرقہ ہے نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے فقط عنایتِ پروردگار راہ میں ہے (حیدر علی آتش)

عبارت نمبر 10

کالا شخص، بوڑھے کو دوزخ کی سیر کرانے لگا تا کہ وہ اپنی قوم کو دیکھ سکے۔ بوڑھے نے دیکھا کہ آگ اور انگاروں سے بھرے ہوئے کنوؤں میں لوگ جل رہے ہیں۔ جب وہ ایک کنوئیں کے قریب پہنچے تو کالے شخص نے پوچھا: ''کیا یہی ہیں آپ کے لوگ؟''

بوڑھے نے اپنی نگاہیں اٹھا کر کنوئیں کے اندر دیکھا، جہاں لوگ خاموشی سے جل رہے تھے۔ کوئی ایک شخص بھی ہاتھ پاؤں نہیں ہلا رہا تھا۔

''نہیں، یہ میری قوم نہیں ہے۔'' بوڑھے نے جواب دیا: ''میری قوم اتنی کاہل نہیں تھی۔''

سیاق و سباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ محشر کے دن، ستر سالہ کلیڈ شدید گرمی میں بیدار ہو کر حساب کتاب سے رہ جانے پر در بدر پھرتا ہے۔ پہلے وہ جنت پہنچتا ہے، جہاں رجسٹر میں نام نہ ہونے پر اسے مایوسی ہوتی ہے۔ پھر اعراف پہنچتا ہے، مگر زبان کے فرق سے وہاں بھی داخلہ نہیں ملتا۔ آخر کار دوزخ کے نگہبان سے ملتا ہے جو اسے گناہوں کی سزا کے بارے میں بتاتا ہے۔

تشریح طلب عبارت کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ایک کالا شخص بوڑھے کو مختلف کنوؤں کے پاس لے جاتا ہے۔ بوڑھا ایثار پسند اور بزدل لوگوں کو اپنی قوم ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ آخر کار وہ ایک ایسے کنوئیں کو دیکھ کر اپنی قوم کو پہچان لیتا ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے پاؤں کھینچ رہے ہیں۔ بوڑھے کے مطابق، یہی حسد اور باہمی بغض اس کی قوم کی اصل شناخت ہے۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ و دو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

مصنف بتاتے ہیں کہ بوڑھا شخص مرنے کے بعد ایک ایسی دنیا میں پہنچ چکا ہے جہاں ہر انسان کا اس کے اعمال کے مطابق انجام ہے۔ اس کہانی کے ذریعے انسان کو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ دنیوی فخر، قوم، قبیلہ، طاقت یا دولت آخرت میں کسی کام نہیں آتے۔ وہاں صرف اعمال، کردار اور نیت کا حساب ہوتا ہے۔ بوڑھا کہتا ہے کہ شاید اس کی قوم کے لوگ اس سے پہلے یہاں آ چکے ہیں۔ لیکن وہ حیران ہے کہ یہاں اسے اپنی قوم کا کوئی نشان نہیں مل رہا۔ وہ اپنی منزل اور اپنی قوم کے حال سے بے خبر ہے۔ بوڑھے کو اپنی قوم کی تلاش ہے اور وہ اس کے پاس جانا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کا انجام اس کی قوم کے ساتھ ہو۔ آنحضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المرأ مع من أحب (صحیح بخاری)

ترجمہ: ''انسان (قیامت کے دن) اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''

اسی لیے وہ وہاں موجود کالے شخص سے کہتا ہے کہ اسے وہ کنوئیں دکھائے جائیں جن میں فرشتے لوگوں کو پھینکتے ہیں۔ دوزخ کے کنوئیں وہ جگہ ہیں جہاں انسان اپنے برے اعمال کی سزا پاتے ہیں۔ ہر انسان کو اس کے اعمال کے مطابق ایک خاص جگہ دی جاتی ہے۔ فرشتے لوگوں کو وہاں لے جاتے ہیں اور ان کے گناہوں کے مطابق ان پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ بوڑھے کی خواہش کہ وہ ان کنوؤں کو دیکھے، اس کی بے قراری اور تجسس کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ اپنی قوم کو دیکھنا چاہتا ہے تاکہ اسے معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے اور اس کا انجام کیا ہوا۔ اپنی قوم اور وطن کے ساتھ وابستگی انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ ایک عربی مقولہ ہے:

حُبُّ الْوَطَنِ وَالْقَوْمِ عَزِيْزَةٌ حَقًّا فِي الْمَصِيْرِ

ترجمہ: ''اپنی قوم اور وطن کی محبت ایک ایسی جبلت ہے جو انجام (آخری ٹھکانے) تک انسان کے ساتھ رہتی ہے۔''

تشریح طلب عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ کالا شخص جو دراصل جہنم کا داروغہ ہے، اخلاق اور ہم دردی میں پہلے کے دونو جوانوں سے بہتر ہے۔ انسان کا رنگ، نسل یا شکل و صورت نہیں بلکہ اس کا کردار اور اخلاقی رویہ اصل اہمیت رکھتا ہے۔ وہ کالا

شخص اگرچہ بظاہر ایک مختلف اور شاید ناپسندیدہ مخلوق ہو، مگر اس کے اندر نرمی اور ہمدردی موجود ہے۔ وہ بوڑھے کی بات سنتا ہے اور اسے دوزخ کے مناظر دکھانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے تاکہ بوڑھا اپنی قوم کو دیکھ سکے۔ دراصل اچھا اخلاق اور نرمی انسان کو عزت دیتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی رنگ یا قوم سے ہو۔ دنیا میں انسان ایک دوسرے کو رنگ، زبان، علاقے یا طاقت کے لحاظ سے پرکھتا ہے، مگر حقیقت میں انسان کی اصل پہچان اس کا کردار اور نیکی ہے۔

کالا شخص بوڑھے کو دوزخ کے قریب لے جاتا ہے۔ بوڑھا دیکھتا ہے کہ وہاں آگ اور انگاروں سے بھرے کنوئیں ہیں جن میں لوگ جل رہے ہیں۔ یہ منظر دوزخ کی ہولناکی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں گناہ گار اپنے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں۔ آگ صرف جسم کو نہیں بلکہ روح کو بھی جلا رہی ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے دنیا میں ظلم، ناانصافی، سستی اور غفلت میں زندگی گزاری، اب وہاں عذاب میں مبتلا ہیں۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے بارے میں بتایا ہے کہ:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ (سورۃ النساء:56)

ترجمہ: ''جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں پیدا کر دیں گے تاکہ وہ برابر عذاب چکھتے رہیں۔''

بوڑھا جب ایک کنوئیں کے قریب پہنچتا ہے تو کالے شخص نے اس سے پوچھا: ''کیا یہیں ہیں آپ کے لوگ؟'' بوڑھا کنوئیں کے اندر جھانکتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ وہاں لوگ جل رہے ہیں، لیکن ان کے جسموں میں کوئی حرکت نہیں۔ کوئی چیخ نہیں رہا، کوئی ہاتھ پاؤں نہیں مار رہا۔ وہ خاموشی سے جل رہے ہیں جیسے ان کے اندر زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی۔ بوڑھے کے لیے یہ منظر چونکا دینے والا ہے، مگر وہ فوراً کہتا ہے: نہیں، یہ میری قوم نہیں ہے۔ میری قوم اتنی کاہل نہیں تھی۔

کاہلی یہاں صرف جسمانی سستی نہیں بلکہ روحانی بے حسی کی علامت ہے۔ وہ لوگ جو اپنی زندگی کا مقصد بھول جاتے ہیں، نیکی کے کاموں سے غافل رہتے ہیں اور دوسروں کی مدد یا بھلائی کے جذبے سے عاری ہوتے ہیں، دراصل وہی کاہل لوگ ہیں۔ وہ دنیا میں بظاہر سرگرم نظر آسکتے ہیں مگر ان کے دلوں میں نیکی، رحم اور عدل کی حرارت ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ دوزخ کے کنوؤں میں جلنے والے وہی لوگ ہیں جنھوں نے دنیا میں اپنی خواہشات کو ترجیح دی، اپنی طاقت کو کمزوروں کے خلاف استعمال کیا یا وقت کو فضول باتوں میں ضائع کیا۔ ان کی خاموشی اس بات کی علامت ہے کہ ان کے دل اتنے مردہ ہو چکے ہیں کہ اب وہ اپنے انجام پر بھی احتجاج نہیں کر سکتے۔ دنیا میں انسان کے اعمال ہی اس کا اصل سرمایہ ہیں۔ قومیت، خاندان، رتبہ یا دولت سب ختم ہو جاتے ہیں لیکن کردار اور عمل باقی رہتے ہیں۔ اگر انسان نیکی کے راستے پر نہیں چلتا تو چاہے وہ کسی بڑی قوم سے ہو، انجام بُرا ہی ہوگا۔ اللہ کی نظر میں کسی قوم قبیلے کی کوئی وقعت نہیں۔ اللہ کے ہاں صرف تقویٰ کی اہمیت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (سورۃ الحجرات:13)

ترجمہ: ''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔''

انسان کی زندگی کے اعمال اس کے انجام کو طے کرتے ہیں۔ اگر انسان نے دوسروں کی مدد کی، سچ بولا، انصاف کیا، محنت کی اور نیکی کے کاموں میں لگا رہا تو وہ جنت کا حق دار بنتا ہے۔ لیکن اگر اس نے ظلم کیا، کاہلی اختیار کی یا غفلت میں زندگی گزاری تو اس کا انجام انھی کنوؤں میں جلنے کی صورت میں ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو دنیا میں اپنی زندگی کو سنوارنے کا موقع دیا گیا ہے۔ ہمیں اپنے اعمال، رویوں اور نیتوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ کاہلی صرف جسمانی نہیں بلکہ اخلاقی اور روحانی بھی ہوتی ہے۔ اگر ہم نیکی کے راستے سے ہٹ جائیں، ظلم کو دیکھ کر خاموش رہیں یا سچائی سے منھ موڑ لیں تو ہم بھی کاہل لوگوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

عبارت نمبر 11

کالا شخص بوڑھے کو ایک دوسرے کنوئیں کے قریب لے گیا۔ اور اس سے پوچھنے لگا:

''کیا یہ ہے آپ کی قوم؟''

بوڑھے نے پھر نگاہیں اٹھا کر دوسرے کنوئیں کے اندر دیکھا، جہاں سارے لوگ آپس میں بے پناہ ہمدردی رکھتے تھے اور ہر شخص کی کوشش یہی تھی کہ دوسرے کی بجائے وہی جل جائے۔

''نہیں۔۔۔نہیں یہ قوم میری نہیں ہوسکتی۔ میری قوم اتنی متحد کبھی نہیں رہی۔'' بوڑھے نے پھر جواب دیا۔

دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ایک اور کنوئیں کے قریب پہنچے۔ بوڑھے نے کالے شخص کے کہنے پر اس کنوئیں میں بھی نگاہیں اٹھا کر دیکھا، جہاں سارے لوگ رو رہے تھے اور ایک دوسرے کے نیچے گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''نہیں جی نہیں!'' بوڑھے نے کہا: ''ایسی بزدل قوم میری ہرگز نہیں ہوسکتی۔''

سیاق وسباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ قیامت کے دن کلیڈ نامی ستر سالہ بوڑھا، جو حساب کتاب کے وقت سویا رہنے کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تھا، شدید گرمی میں اپنے ٹھکانے کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ وہ جنت اور اعراف کے دروازوں پر نام تلاش کرواتا ہے مگر ناکام رہتا ہے۔ بالآخر دوزخ کے دربان کے پاس پہنچتا ہے، جہاں اعمال کی بنیاد پر سزا دی جاتی ہے، مگر وہاں بھی اپنی قوم کو تلاش کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

تشریح طلب عبارت کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ ایک بوڑھا، ایک کالے شخص کے ہمراہ دوزخ کے مناظر کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ جب وہ آگ سے بھرے ایک بڑے کنوئیں کے پاس پہنچتے ہیں جہاں لوگ بری طرح جھلس چکے ہیں تو بوڑھا اپنی قوم کو فوراً پہچان لیتا ہے۔ کالا شخص حیران ہوتا ہے کہ مسخ شدہ شکلوں اور جھلسی ہوئی کھالوں کے باوجود اس نے انھیں کیسے پہچان لیا۔ بوڑھا وضاحت کرتا ہے کہ قوم کی پہچان شکل سے نہیں بلکہ کردار سے ہوتی ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ اس کنوئیں کے لوگ ایک دوسرے کو باہر نکلنے سے روکنے کے لیے پاؤں کھینچ کر دوبارہ نیچے گرا رہے ہیں۔ یہی باہمی حسد اور عدمِ اتحاد اس کی قوم کا خاصہ تھا۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خودغرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ ودو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ بوڑھا ''محشر'' میں ایک ایسے مقام پر پہنچتا ہے جہاں اسے اپنی قوم کے لوگوں کی تلاش ہے۔ وہ مقام دوزخ ہے۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ وہاں اسے اپنی قوم کا کوئی فرد نظر نہیں آتا۔ وہ ایک کالے شخص سے، جو نسبتاً نرم دل اور ہمدرد ہے، درخواست کرتا ہے کہ اسے وہ کنوئیں دکھائے جائیں جہاں فرشتے لوگوں کو سزا کے لیے پھینکتے ہیں۔ کالا شخص اسے دوزخ کے ان کنوؤں کی سیر کراتا ہے جن میں لوگ آگ اور انگاروں میں جل رہے ہوتے ہیں۔ لیکن جب بوڑھا ان جلتے ہوئے لوگوں کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ میری قوم کے لوگ نہیں ہیں، کیوں کہ میری قوم کے لوگ اتنے سست اور کاہل نہیں تھے کہ خاموشی سے جلتے رہیں۔

؎ وہ کاہلی ہے کہ دل کی طرف سے غافل ہیں خود اپنے گھر کا بھی ہم سے نہ انتظام ہوا (احمد جاوید)

کالا شخص، جو اخلاق اور ہمدردی میں پچھلے دونوں نوجوانوں سے بہتر بتایا گیا ہے، وہ بوڑھے شخص کو دوزخ کی سیر کرواتا ہے تاکہ وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ اس کی قوم کے لوگ اب کس حال میں ہیں۔ جب بوڑھا اور کالا شخص دوزخ میں پہنچتے ہیں تو وہ مختلف کنوؤں کو دیکھتے ہیں جو آگ اور انگاروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہر کنواں ایک مختلف انسانی کیفیت اور ایک الگ سماجی رویے کی علامت ہے۔ پہلے کنوئیں میں وہ لوگ ہیں جو آگ میں جل رہے ہیں، ان کے جسم دہک رہے ہیں، مگر ان کے چہروں

پر کوئی تاثر نہیں۔ کوئی چیخ نہیں، کوئی فریاد نہیں، کوئی حرکت نہیں۔ سب خاموشی سے جل رہے ہیں۔ کالا شخص بوڑھے سے پوچھتا ہے کہ کیا یہ تمھاری قوم کے لوگ ہیں؟ بوڑھا جواب دیتا ہے کہ نہیں، میری قوم اتنی کاہل نہیں تھی۔ وہ یہ ماننے سے انکار کرتا ہے کہ خاموشی سے جلنے والے اس کی قوم کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے بارے میں بتایا ہے کہ:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ (سورۃ النساء:56)

ترجمہ: ''جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں پیدا کر دیں گے تا کہ وہ برابر عذاب چکھتے رہیں۔''

پھر کالا شخص اسے ایک دوسرے کنوئیں کے پاس لے جاتا ہے۔ اس کنوئیں کا منظر مختلف ہے۔ وہاں لوگ آپس میں بہت ہمدردی سے پیش آ رہے ہیں۔ ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ دوسرا جلنے سے بچ جائے۔ ہر کوئی کہتا ہے کہ تم بچ جاؤ، میں جل جاتا ہوں۔ وہ ایک دوسرے کے لیے قربان ہونے کو تیار ہیں۔ کالا شخص بوڑھے سے پوچھتا ہے کہ کیا یہ تمھاری قوم کے لوگ ہیں؟ بوڑھا جواب دیتا ہے کہ نہیں، میری قوم اتنی ہمدرد تو کبھی نہیں رہی۔ یہ منظر بظاہر بہت اچھا معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اس میں ہمدردی، قربانی اور ایثار نظر آتا ہے مگر اس میں ایک اور پہلو چھپا ہے۔ یہ ہمدردی غیر حقیقی ہے، یہ ایک ایسی ہمدردی ہے جس میں عقل اور توازن غائب ہے۔ ہر شخص اگر اپنی ذات کو ختم کر دے تو معاشرہ کیسے چلے گا؟ ہر قربانی اگر سوچے سمجھے بغیر ہو تو وہ نفع کے بجائے نقصان کا باعث بنتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جذبات کے سمندر میں بہہ کر اپنی ذمہ داریوں کو بھول جاتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ حقیقی ہمدردی یہ ہے کہ دوسروں کے لیے بھلائی بھی ہو اور اپنی ذات بھی قائم رہے۔ کنوئیں کے اس منظر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب ہمدردی حد سے بڑھ جائے اور اس میں عقل شامل نہ رہے تو وہ بھی ایک کمزوری بن جاتی ہے۔ ایک فارسی مقولہ ہے:

ہر چہ از حد بگذرد رسوا شود

''ہر چیز جب اپنی حد سے گزر جاتی ہے تو نقصان یا رسوائی کا سبب بنتی ہے۔''

کالا شخص پھر بوڑھے کو ایک تیسرے کنوئیں کے پاس لے جاتا ہے۔ اس کنوئیں کا منظر نہایت دردناک ہے۔ وہاں لوگ رو رہے ہیں، چلا رہے ہیں اور ایک دوسرے کے نیچے گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں تا کہ خود کو بچا سکیں۔ ہر کوئی اپنی جان بچانے کی فکر میں ہے، کوئی دوسرے کو دھکیل رہا ہے، کوئی دوسرے پر چڑھ رہا ہے۔ ہر طرف افراتفری، خود غرضی اور بزدلی کا عالم ہے۔ کالا شخص پھر پوچھتا ہے کہ کیا یہ تمھاری قوم کے لوگ ہیں؟ بوڑھا فوراً کہتا ہے کہ نہیں، ایسی بزدل قوم میری نہیں ہو سکتی۔ یہ منظر خود غرضی اور بزدلی کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں صرف اپنی جان کی فکر ہے، دوسروں کی کوئی پروا نہیں۔ ان کے دلوں سے انسانیت نکل چکی ہے۔ ہر شخص دوسروں کو جلتا دیکھ کر خود کو بچانے میں مصروف ہے۔ یہ وہ قومیں ہیں جو اتحاد کھو دیتی ہیں، جن میں بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے، جن کے لوگ اپنے فائدے کے لیے دوسروں کو نقصان پہنچانے سے نہیں ہچکچاتے۔ خود غرضی ایک قابلِ مذمت عیب ہے۔ سرسید فرماتے ہیں:

''یقین جانیں کہ خود غرضی سے تمام قوم کی اور اس کے ساتھ اپنی بھی بربادی ہوگی۔''

مختصر یہ کہ مصنف نے ان تین مناظر کے ذریعے انسانی سماج کی تین بڑی کمزوریوں کو نمایاں کیا ہے: بے حسی، جذباتی انتہا پسندی، اور خود غرضی۔ یہ تینوں برائیاں کسی بھی قوم کے زوال کی بنیاد ہوتی ہیں۔ پہلی برائی یعنی بے حسی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب قوم کے افراد ظلم کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے۔ دوسری برائی یعنی جذباتی انتہا پسندی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب لوگ عقل کو چھوڑ کر صرف جذبات کے تابع ہو جاتے ہیں۔ تیسری برائی یعنی خود غرضی اس وقت جنم لیتی ہے جب لوگ اجتماعی مفاد کے بجائے صرف اپنی ذات کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں۔

؎ اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

عبارت نمبر 12

پھر دونوں ایک اور بڑے کنوئیں کے قریب گئے۔ اس کنوئیں کی آگ کنوئیں کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی۔

''کیا یہی ہے آپ کی قوم؟'' کالے شخص نے پھر بوڑھے سے دریافت کیا۔

بوڑھے نے کنوئیں کے لوگوں کی طرف دیکھا۔ پھر کچھ آگے بڑھا پھر اپنی آنکھیں موند کر اچھی طرح سے دیکھنے لگا۔ ذرا اور آگے بڑھا اور اپنی آنکھیں اچھی طرح سے موند کر بغور دیکھا اور پھر بے ساختہ چیخ اٹھا: ''یہی ہے۔۔۔ یہی ہے۔۔۔ میری قوم! بے شک یہی ہے۔''

کالا شخص حیرت سے بوڑھے کو دیکھتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس نے اپنی قوم کو کس طرح پہچان لیا؟ پھر اس نے پوچھا:

''آخر آپ کی قوم کی شناخت کیا ہے؟ ان لوگوں کی شکلیں تو مسخ ہو چکی ہیں اور کھالیں تک اتر چکی ہیں، اس حالت میں آپ نے کیوں کر انھیں پہچان لیا؟''

سیاق و سباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ میدانِ حشر کی شدید گرمی میں کلیڈ نامی ایک ستر سالہ بوڑھا جو حساب کتاب کے وقت سویا رہ گیا تھا، اپنی منزل کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ پہلے وہ جنت کے دروازے پر پہنچتا ہے جہاں رجسٹر میں نام نہ ہونے پر اسے وہاں داخلے کی اجازت نہیں ملتی۔ اس کے بعد وہ اعراف کے مقام پر جاتا ہے، مگر وہاں بھی زبان کے فرق اور نام کی عدم موجودگی کے باعث اسے مایوسی ہوتی ہے۔ آخر میں وہ دوزخ میں پہنچ کر اپنی قوم کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر مختلف کنوؤں میں جلنے والے لوگوں کے رویوں کو دیکھ کر اسے اپنی قوم کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

تشریح طلب عبارت کے بعد مصنف بتاتے ہیں کہ بوڑھے کے مطابق قوم کی پہچان اس کی شکل نہیں کردار ہے۔ اس کے مطابق اس کی قوم شدید حسد اور باہمی بغض کا شکار ہے۔ یہاں ہر فرد دوسروں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔ جب کوئی شخص کامیابی کے قریب پہنچتا ہے تو باقی لوگ اسے کھینچ کر واپس گڑھے میں گرا دیتے ہیں تاکہ وہ آگے نہ نکل سکے۔ یہی باہمی عدمِ اعتماد اور منفی رویہ اس کی قوم کی اصل شناخت ہے۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ و دو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔ اپنی قوم اور وطن کے ساتھ وابستگی انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ ایک عربی مقولہ ہے:

حُبُّ الْوَطَنِ وَالْقَوْمِ عَزِيزَةٌ حَتَّى فِي الْمَصِيرِ

ترجمہ: ''اپنے وطن اور قوم کی محبت ایک ایسی جبلت ہے جو انجام (آخری ٹھکانے) تک انسان کے ساتھ رہتی ہے۔''

مصنف بتاتے ہیں کہ بوڑھا کالے شخص کی رہنمائی میں دوزخ کی سیر کرتا ہے۔ وہ مختلف کنوئیں دیکھتا ہے جن میں لوگ جل رہے ہیں۔ ایک کنوئیں میں لوگ خاموشی سے جل رہے ہیں۔ دوسرے میں لوگ ایک دوسرے کے لیے قربانی دینے کو تیار ہیں

اور تیسرے میں سب رو رہے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بوڑھا ہر منظر کو دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ اس کی قوم نہیں ہو سکتی کیوں کہ اس کی قوم اتنی کاہل نہ تھی، نہ حد سے زیادہ ہمدرد اور نہ اتنی بزدل۔

تشریح طلب عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ وہ بوڑھا اپنی قوم کی تلاش میں ہے۔ وہ اس کالے شخص کے ہمراہ ایک بڑے کنوئیں کے قریب پہنچتا ہے، جس میں آگ اتنی شدت سے پھیلی ہوئی ہے کہ اس کے کنارے بھی جل رہے ہیں۔ یہ منظر ایک خوف ناک، دردناک اور پریشان کن ماحول پیش کرتا ہے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جو لوگ اس کنوئیں میں ہیں، وہ انتہائی اذیت میں مبتلا ہیں اور ان کی حالت بہت بری ہو چکی ہے۔ کالا شخص بوڑھے سے پوچھتا ہے کہ کیا یہ سب لوگ اس کی قوم کے ہیں۔ یہ سوال اس لیے اہم ہے کہ کنوئیں میں موجود لوگوں کی جسمانی حالت اتنی خراب ہو چکی ہے کہ ان کی شکلیں مسخ ہو گئی ہیں، ان کی کھالیں اتر گئی ہیں اور ان کا انسانی روپ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ عام انسان اس حالت میں دیکھ کر اپنی قوم یا رشتہ داروں کو پہچاننے کی صلاحیت کھو دیتا ہے، کیوں کہ ظاہری شکلیں اب پہلے جیسی نہیں رہیں۔ لیکن بوڑھے کا ردِ عمل مختلف اور غیر متوقع ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے بارے میں بتایا ہے کہ:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ (سورۃ النساء:56)

ترجمہ: ''جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں پیدا کر دیں گے تا کہ وہ برابر عذاب چکھتے رہیں۔''

بوڑھا شخص ان لوگوں کی طرف دیکھتا ہے اور پھر اپنی آنکھیں موند لیتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ظاہری شکل یا حالت کی بنیاد پر لوگوں کو نہیں دیکھ رہا بلکہ اپنے دل کی آنکھ اور ذہنی بصیرت استعمال کر رہا ہے۔ وہ اپنی اندرونی نظر سے دیکھ رہا ہے تا کہ دل کی بصیرت اور تجربے کے ذریعے لوگوں کی اصل حقیقت کو پہچان سکے۔ درحقیقت حقیقی پہچان صرف ظاہری چیزوں پر منحصر نہیں ہوتی بلکہ دل کی گہرائی، انسانی تجربہ اور ہمدردی کی بنیاد پر ممکن ہے۔ جب بوڑھا آنکھیں موند کر غور کرتا ہے تو وہ پہچان لیتا ہے کہ یہی اس کی قوم ہے۔

؎ چھپ کر نہ رہ سکے گا وہ ہم سے کہ اس کو ہم پہچان لیں گے اس کی کسی اک ادا سے بھی (سحر انصاری)

کالا شخص بوڑھے کی اس پہچان پر حیران رہ جاتا ہے۔ اس کی حیرت کی وجہ یہ ہے کہ وہ صرف ظاہری شکل دیکھ رہا ہے اور اس کے لیے یہ ناقابلِ فہم ہے کہ کوئی شخص مسخ شدہ اور بری حالت میں لوگوں کو اپنی قوم کے طور پر کیسے پہچان سکتا ہے۔ بوڑھے کی یہ پہچان یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ مشکلات، مصائب اور اذیت انسان کے تعلقات اور محبت کو کمزور نہیں کر سکتی۔ یہاں کنوئیں میں آگ کے باوجود، بوڑھا اپنی قوم کو پہچان لیتا ہے کیوں کہ اس کے دل میں محبت اور ہمدردی موجود ہے۔ حقیقی تعلق اور محبت ظاہری شکل یا حالت پر منحصر نہیں بلکہ دل کی گہرائی، شعور اور انسانی ہمدردی پر قائم ہوتے ہیں۔

حقیقی شناخت اور پہچان کے لیے مشکل حالات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بوڑھا دیکھ رہا ہے کہ لوگ کتنی اذیت میں ہیں، آگ میں جل رہے ہیں اور ان کی جسمانی حالت بگڑ چکی ہے، پھر بھی وہ انھیں اپنی قوم کے طور پر پہچانتا ہے۔ اس سے یہ درس ملتا ہے کہ اصل تعلق اور نسبت مشکلات اور دکھ کے وقت ہی پرکھی جاتی ہے اور یہی اصل محبت اور انسانیت کی علامت ہے۔ بوڑھے کا آنکھیں موند کر دیکھنے کا عمل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دیکھنے کی حقیقی صلاحیت صرف جسمانی آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے ہوتی ہے۔ دل کی آنکھیں انسان کو حقیقت سمجھنے اور پہچاننے میں مدد دیتی ہیں اور یہ انسانی جذبات، ہمدردی اور محبت کی اصل عکاسی کرتی ہیں۔ انسان کو اپنی قوم یا رشتہ داروں کی پہچان صرف ظاہری شکل سے نہیں بلکہ ان کی اخلاقی کیفیت، حالات اور دل کے جذبات سے کرنی چاہیے۔ بقول اقبال:

؎ دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں (اقبال)

اس عبارت میں انسانی رویے، محبت، قومیت اور حقیقی پہچان کے گہرے معانی کو بڑے سادہ اور عام فہم انداز میں پیش کیا

گیا ہے۔ حقیقی قومیت صرف ظاہری شکل یا حالت کی بنیاد پر نہیں بلکہ دل، شعور اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ بوڑھے کا آنکھیں موند کر لوگوں کو پہچاننا یہ بتاتا ہے کہ انسان کو اپنے لوگوں کی اصل پہچان دل کی آنکھوں سے کرنی چاہیے۔

عبارت نمبر 13

''آپ کی بات درست ہے۔ بوڑھے نے جواب دیا: ''لیکن قوم شکل سے نہیں کردار سے پہچانی جاتی ہے۔۔ دیکھیے! ہر فرد اس کوشش میں ہے کہ کنوئیں سے باہر نکل جائے۔ جب ایک فرد کنوئیں کے کنارے تک پہنچ جاتا ہے اور باہر نکلنے ہی والا ہوتا ہے تو دوسرے افراد اس کے پاؤں پکڑ کر کھینچتے ہیں اور اسے دوبارہ کنوئیں میں گرا دیتے ہیں تا کہ وہ نکل نہ جائے کیوں کہ اس سے دوسرے افراد پیچھے رہ جائیں گے۔ یہ کردار دنیا میں میری قوم کے سوا اور کسی قوم کا نہ تھا۔ مجھے جانے دو اسی کے پاس، کہ یہی ہے میری قوم!''

سیاق و سباق

تشریح طلب عبارت سے پہلے مصنف بتاتے ہیں کہ محشر کے دن کلیڈ نامی ایک ستر سالہ بوڑھا اپنی نیند کے باعث حساب و کتاب سے رہ جاتا ہے۔ شدید گرمی میں بے حال ہو کر وہ اپنے ٹھکانے کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ پہلے وہ جنت کے دروازے پر پہنچتا ہے، جہاں رجسٹر میں نام نہ ہونے پر اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر وہ اعراف جاتا ہے، مگر وہاں بھی ناکامی اس کا مقدر بنتی ہے۔ آخر کار وہ دوزخ کے دہانے پر پہنچتا ہے، جہاں ایک بدصورت محافظ اسے جہنم کے مختلف کنوؤں کی سیر کراتا ہے۔ بوڑھا وہاں اپنی قوم کو تلاش کرتا ہے۔ وہ ان کنوؤں میں جلنے والوں کے رویوں یعنی کاہلی، ہمدردی اور بزدلی کو دیکھ کر انھیں اپنی قوم ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ بالآخر ایک کنوئیں کو دیکھ کر وہ پکار اٹھتا ہے کہ یہی اس کی قوم ہے۔

تشریح طلب عبارت سبق کی آخری عبارت ہے اس لیے اس کا سباق نہیں ہے۔

تشریح

غوث بہار بلوچ جدید افسانے کے حوالے سے منفرد ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں بلوچ معاشرت، قبائلی روایات، سماجی ناہمواریوں اور انسانی محسوسات کو سادگی اور نزاکت سے پیش کیا جاتا ہے۔ افسانہ ''محشر'' میں انھوں نے ہمارے خاص سماجی رویے خود غرضی کو بڑی مہارت سے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ ایک بوڑھا شخص جس کا نام کلیڈ ہے وہ محشر کے دن حساب کتاب سے رہ جاتا ہے۔ جب سب لوگ اپنے اعمال کے مطابق اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جاتے ہیں تو یہ اپنی قوم کی تلاش میں جنت، اعراف اور دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ کافی تگ و دو کے بعد آخر کار دوزخ کے گڑھوں میں اسے اپنی قوم مل جاتی ہے۔

مصنف کہتے ہیں کہ بوڑھا اور کالا شخص دونوں ایک بڑے کنوئیں کے قریب پہنچتے ہیں جس میں لوگ آگ میں جل رہے ہیں اور ان کی حالت بہت خراب ہو چکی ہے۔ کالا شخص بوڑھے سے پوچھتا ہے کہ کیا یہ سب لوگ اس کی قوم کے ہیں؟ ان کی شکلیں بگڑی ہوئی اور حالت مسخ شدہ لگ رہی تھی۔ بوڑھا شخص آنکھیں موند کر دل اور شعور کی روشنی سے دیکھتا ہے اور انھیں اپنی قوم کے طور پر پہچان لیتا ہے۔ بقول شاعر:

؎ چھپ کر نہ رہ سکے گا وہ ہم سے کہ اس کو ہم پہچان لیں گے اس کی کسی اک ادا سے بھی (سحر انصاری)

تشریح طلب عبارت میں مصنف بتاتے ہیں کہ بوڑھا کالے شخص کو نہایت اطمینان سے جواب دیتا ہے کہ آپ کی بات درست ہے کہ ان کی شکلیں بدل چکی ہیں، لیکن قوم شکل سے نہیں بلکہ کردار سے پہچانی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا سچ ہے جو انسانیت کے لیے آئینہ ہے۔ پھر بوڑھا مزید بتاتا ہے کہ اگر آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو ایک بات واضح نظر آئے گی۔ یہ سب لوگ کنوئیں سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب کوئی ایک شخص کنارے تک پہنچ جاتا ہے اور باہر نکلنے کے قریب ہوتا ہے تو باقی سب لوگ اس کے پاؤں پکڑ کر اسے دوبارہ کنوئیں میں گرا دیتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی دوسرا ان سے آگے نکل جائے۔ وہ اسے نیچے کھینچ کر اپنی

جگہ پر لے آتے ہیں تا کہ وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ یہی کردار ہے میری قوم کا۔ یہی وہ صفت ہے جس سے میں نے انھیں پہچانا ہے۔ یہ جملے کسی ایک شخص یا قوم پر نہیں بلکہ ایک عمومی انسانی رویے پر طنز ہیں۔ جب انسان خودغرض ہو جاتا ہے، جب وہ اپنے فائدے کے لیے دوسروں کو نقصان پہنچانے لگتا ہے، جب وہ حسد، بغض اور رقابت میں ڈوب جاتا ہے تو وہ خود اپنی تباہی کا سامان کر لیتا ہے۔

آنحضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

''جو دوسرے کو نقصان پہنچائے اللہ اسے نقصان پہنچائے گا اور جو دوسرے کو تکلیف دے اللہ اسے تکلیف دے گا۔''
(سنن ترمذی:1940)

بوڑھا اعتراف کرتا ہے کہ یہ کردار دنیا میں میری قوم کے سوا اور کسی قوم کا نہیں تھا۔ یہ غیر متحد، ایک دوسرے سے حسد رکھنے والی اور بغض و عناد میں مبتلا قوم ہے۔ بوڑھا اپنی قوم کے عیب کو چھپاتا نہیں بلکہ اسے تسلیم کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تباہی کی جڑ باہر نہیں بلکہ اندر ہے۔ دراصل قوموں پر زوال کردار کی کمزوری سے آتا ہے۔ جب ایک قوم باہمی محبت، تعاون اور ایثار کو چھوڑ دیتی ہے اور حسد، خودغرضی اور نفرت میں مبتلا ہو جاتی ہے تو وہ خود بخود زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔ کنوئیں میں موجود لوگ ان لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں جو بظاہر زندہ ہیں مگر دراصل اخلاقی اور روحانی طور پر مر چکے ہیں۔ وہ اپنی خودغرضی کی آگ میں جل رہے ہیں۔ وہ ترقی چاہتے ہیں مگر دوسروں کی ترقی برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ کامیابی کے خواہاں ہیں مگر کسی اور کو کامیاب نہیں دیکھ سکتے۔ یہی وہ رویہ ہے جو ایک قوم کو غلامی، غربت اور پستی کے کنوئیں میں قید کر دیتا ہے۔ ایسی قوم کے بارے میں مولانا الطاف حسین حالیؔ فرماتے ہیں:

؎ کمال ان میں رہتے ہیں باقی نہ جوہر نہ عقل ان کی ہادی نہ دیں ان کا رہبر

بوڑھے کے لہجے میں دکھ بھی ہے، محبت بھی اور احساسِ ذمہ داری بھی۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی قوم بگڑ چکی ہے، مگر پھر بھی وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ وہ اپنی قوم کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کیوں کہ اصلاح کا پہلا قدم یہی ہے کہ انسان اپنی غلطیوں کو تسلیم کرے۔ ہم اگر اپنے اردگرد نظر ڈالیں تو ہمیں بھی ایسے ہی مناظر نظر آئیں گے۔ ہم میں سے اکثر دوسروں کی کامیابی برداشت نہیں کر پاتے۔ ہم کسی کے ترقی کرنے پر خوش نہیں ہوتے، بلکہ اس کے خلاف سازشیں کرنے لگتے ہیں۔ کسی کو نیچا دکھانا ہمیں تسکین دیتا ہے۔ یہ رویے ہی دراصل وہ آگ ہے جو اس کنوئیں میں جل رہی ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

آتشِ خشم ، اول درخداوندِ خشم افتد ، پس انگہ زبانہ بخصم رسد یا نرسد

ترجمہ: ''غصے کی آگ سب سے پہلے خود غصہ کرنے والے (کے دل) پر گرتی ہے اس کے بعد (اس آگ کی) لپٹ دشمن تک پہنچے یا نہ پہنچے۔''

اس عبارت میں ''کنواں'' محض ایک جگہ نہیں بلکہ ایک علامتی تصویر ہے۔ یہ جہالت، خودغرضی اور حسد کا کنواں ہے جس میں ایک قوم پھنسی ہوئی ہے۔ ''آگ'' ان کے دلوں کی نفرت اور برائی کی علامت ہے۔ ''باہر نکلنے کی کوشش'' اصلاح اور کامیابی کی علامت ہے، اور ''پاؤں پکڑ کر کھینچنا'' حسد اور دشمنی کا استعارہ ہے۔ یہ پورا منظر انسان کے باطن کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ دراصل قوموں کا اصل جوہر اتحاد، اخلاق اور کردار میں ہوتا ہے۔ اگر یہ اوصاف کسی قوم میں نہیں رہتے تو وہ ظاہری طاقت رکھنے کے باوجود کمزور ہو جاتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن قوموں نے اتحاد، دیانت اور عدل کو اپنایا وہ دنیا پر چھا گئیں اور جنھوں نے خودغرضی، حسد اور ظلم کو اپنایا وہ مٹ گئیں۔

؎ اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

اگر ہم اپنی حالت بدلنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی سوچ اور کردار کو بدلنا ہوگا۔ ہمیں اپنے اندر سے خودغرضی، نفرت اور حسد کو نکالنا ہوگا۔ ہمیں دوسروں کے لیے محبت، ایثار اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرنا ہوگا۔ جب ہم دوسروں کی کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھنے لگیں گے، تب ہم اس آگ کے کنوئیں سے نکل کر روشنی کی دنیا میں قدم رکھ سکیں گے۔ قوموں کا اصل حسن ان کے کردار میں ہوتا ہے۔ اگر کردار زندہ ہے تو قوم زندہ ہے، اگر کردار مر گیا تو قوم بھی مر گئی۔ زوال سے بچنے کا واحد راستہ اتحاد، محبت اور باہمی اعتماد ہے۔ جب

ہم یہ اوصاف اپنا لیں گے، تب ہی ہم اس کنوئیں سے باہر آ سکیں گے جہاں آج ہم اپنی ہی لگائی ہوئی آگ میں جل رہے ہیں۔ بقول شاعر:

؎ اپنی ہی آگ میں جلنا کیا ہے، شمع محفل بن کے جلیں جب جلنا ہی مقدر ٹھہرا، مظلوموں کے ساتھ جلیں (پیام فتح پوری)

مشقی سوالات

۱ مختصر جواب دیں۔

(الف) افسانہ ''محشر'' کے حوالے سے دوپہر کی گرمی کا منظر اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب۔ دوپہر کا وقت تھا، سورج سوا نیزے پر کھڑا تھا۔ گرمی کی شدت نے چیونٹیوں اور پرندوں سے لے کر چیتوں اور ہاتھیوں تک کو پریشان کر رکھا تھا۔ جہاں تک نگاہیں پہنچ سکتی تھیں، دنیا ایک چٹیل میدان نظر آ رہی تھی اور زمین ایک تپتے ہوئے توے کی مانند تھی۔

(ب) بوڑھے آدمی نے نوجوان کو اپنے تعارف میں کیا بتایا؟

جواب۔ بوڑھے آدمی نے نوجوان کو بتایا کہ میرا نام کلیڈ ہے۔ میرے باپ کا نام ٹہلو ہے۔ پنجیں کرز بلوچستان کا رہنے والا ہوں۔ میری عمر ستر سال ہے۔ میں سو رہا تھا اس لیے محشر کا پتا ہی نہیں چلا۔ اب بیدار ہُوا ہوں تو یہاں آیا ہوں۔

(ج) ''اِعراف'' سے کون سا مقام مراد ہے؟

جواب۔ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان کی جگہ ہے۔ یہاں پر ایسے لوگوں کو رکھا جاتا ہے جو چند سال گزارنے کے بعد جنت میں جاتے ہیں۔

(د) سیاہ فام نے بوڑھے آدمی کو جب دوزخ کی سیر کروائی تو وہاں لوگوں کے کیا حالات تھے؟

جواب۔ سیاہ فام شخص نے جب بوڑھے کو دوزخ کی سیر کرائی تو وہاں الگ الگ کنوؤں میں لوگوں کے حالات الگ الگ تھے۔ ایک کنویں کے لوگ خاموشی سے جل رہے تھے۔ کوئی بھی شخص ہاتھ پاؤں نہیں ہلا رہا تھا۔ دوسرے کنویں میں لوگ ایک دوسرے سے بے پناہ ہمدردی رکھتے تھے اور ہر شخص دوسرے کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اگلے کنویں کے لوگ رو رہے تھے اور ایک دوسرے کے نیچے چھپنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آخری کنویں کے لوگ ایک دوسرے کو گرانے میں لگے تھے۔ کوئی ایک باہر نکلنے کی کوشش کرتا تو دوسرا اس کی ٹانگ کھینچ کر دوبارہ کنویں میں گرا دیتا۔

(ہ) بوڑھے آدمی نے اپنی قوم کے لوگوں کو کن عادات کی وجہ سے پہچانا؟

جواب۔ بوڑھے نے اپنی قوم کو اس کی عادات سے پہچانا۔ قوم کی پہچان کردار سے ہوتی ہے۔ بوڑھے کی قوم خود غرضی کی وجہ سے پہچانی گئی۔ وہاں ہر کوئی دوسرے کو گرانے میں لگا تھا۔ اگر کوئی کنویں کے کنارے تک پہنچ جاتا تو دوسرے اسے کھینچ کر دوبارہ کنویں میں گرا دیتے۔ یہ غیر متحد اور بغض و عناد رکھنے والی قوم تھی۔

۲ درست جواب کی نشان دہی کریں۔

(الف) دنیا نظر آ رہی تھی:

(i) چپٹا میدان (ii) بے آب و گیاہ میدان (iii) چٹیل میدان (iv) بنجر میدان

(ب) رجسٹر کا بوجھ زیادہ تھا:

(i) چار اونٹوں سے (ii) پانچ اونٹوں سے (iii) چھے اونٹوں سے (iv) سات اونٹوں سے

(ج) ان دو زبانوں کے فرق نے دونوں کو کافی پریشان کر رکھا تھا:

(i) اردو اور بلوچی (ii) فارسی اور بلوچی (iii) سندھی اور بلوچی (iv) عربی اور بلوچی

(د) میری قوم اتنی نہیں تھی:

(i) سست (ii) کاہل (iii) پسماندہ (iv) ہوشیار

(ہ) قوم شکل سے نہیں پہچانی جاتی بلکہ اس کی پہچان ہوتی ہے اس کے:

(i) افراد سے (ii) اقوال سے (iii) کردار سے (iv) اخلاق سے

جوابات

الف	چٹیل میدان	ب	چار اونٹوں سے	ج	عربی اور بلوچی	د	کاہل	ہ	کردار سے

۳ افسانہ ''محشر'' کے اہم نکات کی روشنی میں خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: دیکھیے سبق کا خلاصہ

۴ افسانہ ''محشر'' کا مطالعہ کرتے ہوئے مشکل الفاظ کی فہرست بنائیں اور جوڑیوں کی صورت میں ایک دوسرے سے ان کے معانی پوچھیں۔

جواب: عملی کام (سبق کے آغاز میں الفاظ معانی دیکھیے۔)

۵ سیاق وسباق کے حوالے سے درج ذیل اقتباس کی تشریح کریں۔

''بوڑھا مشرق کی طرف روانہ ہوا اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس کا سر اجلا ہوا۔''

جواب: دیکھیے حصہ تشریحات

الفاظ متضاد: جن الفاظ کے معنی ایک دوسرے کے الٹ ہوں انھیں متضاد الفاظ کہتے ہیں۔ جیسے: ''ابتدا'' کا الٹ ''انتہا'' اور ''پانی'' کا الٹ ''آگ'' ہے۔

(الف) مکمل متضاد الفاظ: یہ وہ الفاظ ہوتے ہیں جن کے معنی ایک دوسرے کے بالکل برعکس ہوتے ہیں اور ان میں کوئی درمیانی کیفیت موجود نہیں ہوتی۔

مثلاً: (i) دن۔۔۔۔۔۔۔۔رات (ii) حاضر۔۔۔۔۔۔۔۔غائب

(iii) زندہ۔۔۔۔۔۔۔مردہ (iv) ایمان۔۔۔۔۔۔۔کفر

(ب) نسبتاً متضاد الفاظ: یہ وہ الفاظ ہوتے ہیں جن کے درمیان مختلف درجے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً:

گرم۔۔۔۔۔۔سرد (درمیان میں نیم گرم، معتدل ہو سکتا ہے۔)

ج۔ دوطرفہ متضاد الفاظ: یہ وہ الفاظ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں اور ایک کے بغیر دوسرا نامکمل ہوتا ہے۔

مثلاً: (i) استاد۔۔۔۔شاگرد (ii) سوال۔۔۔۔۔جواب (iii) بیچنا۔۔۔۔خریدنا

۶ درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیں اور دونوں الفاظ کو ایک جملے میں استعمال کریں۔

بہار روشنی آباد آغاز غلامی

جوابات:

الفاظ	متضاد	جملے
بہار	خزاں	بہار اور خزاں زندگی کا حصہ ہیں۔
روشنی	اندھیرا	اندھیرا سدا نہیں رہتا روشنی ضرور پھیلتی ہے۔
آباد	ویران	جہاں اب ویران کھنڈر ہیں پہلے یہاں ایک شہر آباد تھا۔
آغاز	انجام	جو لوگ ہمت کے ساتھ آغاز کرتے ہیں ان کا انجام بہت اچھا ہوتا ہے۔
غلامی	آزادی	مسلمانوں نے ہندو اور انگریز دونوں کی غلامی سے آزادی حاصل کر لی۔

۷ امدادی افعال کے اصول مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل الفاظ سے جملے بنائیں۔

جوابات:

الفاظ	جملے
چاہنا	ہمیں ماں باپ کی خدمت کرنی چاہیے۔
ہونا	یہ علاقہ میرا دیکھا ہوا ہے۔
رکھنا	انھوں نے پھول میز پر سجا رکھے تھے۔
پڑنا	آزادی کے لیے قوم کو بہت دکھ اٹھانے پڑے۔
ڈالنا	شکاری نے سانپ مار ڈالا۔

خط نویسی: خط دو یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان تحریری رابطے کا ذریعہ ہے جس میں خیالات، معلومات اور جذبات کا تبادلہ کیا جاتا ہے۔ خط عربی زبان کا لفظ ہے۔ خط کو "نصف ملاقات" بھی کہا جاتا ہے۔

خط کی اقسام: مقصد اور موقع کی مناسبت سے خط کی کئی اقسام ہیں۔

(i) غیر رسمی، نجی، ذاتی خطوط: یہ خطوط دوستوں، رشتہ داروں یا عزیزوں کے نام لکھے جاتے ہیں اور ان میں ذاتی خیالات، تجربات اور حالات وغیرہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔

(ii) رسمی خطوط: یہ خطوط سرکاری یا کاروباری مقاصد اور اداروں کے درمیان رسمی خط کتابت کے لیے لکھے جاتے ہیں۔ ان میں زبان اور اسلوب بہت رسمی اور محتاط ہوتا ہے۔ موضوع کو مختصر اور جامع انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً: شکایتی خط، نوکری کے لیے درخواست، اداروں کے درمیان مراسلت وغیرہ۔

خط کے اجزا:

(۱) مقامِ روانگی (۲) اندراجِ تاریخ (۳) القاب (۴) آداب و تسلیمات
(۵) نفسِ مضمون (۶) اختتامی کلمات (۷) مکتوب نگار کا نام اور پتا (۸) مکتوب الیہ کا نام اور پتا

خط نویسی کے لیے ضروری ہدایات:

خط میں سادگی کے اصول کو پیشِ نظر رکھیں۔ رسمی خطوط میں معیاری اور ادبی زبان جب کہ غیر رسمی خطوط میں عام بول چال کا اسلوب اختیار کریں۔

تصنع اور بناوٹ سے کام نہ لیں۔ ضروری باتوں تک محدود رہیں اور غیر ضروری تفصیلات سے گریز کریں۔

خط کا انداز موضوع سے مطابقت رکھتا ہو۔ خط کی عبارت صاف اور خوش خط ہو۔

۸ اخبار کے مدیر کے نام خط لکھیں جس میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے مسئلے کو اجاگر کیا گیا ہو۔

امتحانی مرکز

20۔ جون 2026ء

جناب مدیر، روزنامہ ندائے وقت، ملتان!

السلام علیکم! آپ کے مؤقر اخبار کے ذریعے میں اعلیٰ حکام اور میپکو کی توجہ اپنے علاقے میں بجلی کی غیر اعلانیہ اور طویل لوڈ شیڈنگ کی جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ ہمارے علاقے میں روزانہ 8 سے 10 گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ کی جا رہی ہے جس نے معمولاتِ زندگی کو بری طرح متاثر کر دیا ہے۔ سب سے زیادہ پریشانی طلبا کو ہو رہی ہے جن کے امتحانات قریب ہیں۔ شدید گرمی میں پانی کی قلت پیدا ہو گئی ہے جس سے بزرگ اور بچے بیمار پڑ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بجلی کے وولٹیج کم ہونے سے گھروں کے قیمتی الیکٹرانک آلات بھی خراب ہو رہے ہیں۔ متعلقہ محکمے کو کئی بار درخواست دینے کے باوجود کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ اس لیے، میں

آپ کے اخبار کے توسط سے حکومت اور متعلقہ حکام سے پر روز اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مسئلے کا فوری نوٹس لیں اور بجلی کی طویل لوڈ شیڈنگ کے دورانیے کو کم کر کے عوام کو اس اذیت سے نجات دلائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا اقبال بلند فرمائے۔

والسلام
خیر اندیش
د۔ر۔س

سبق سے متعلق کثیر الانتخابی سوالات

1۔ دوپہر کے وقت سورج تھا:
(الف) مغرب میں (ب) سوا نیزے پر (ج) سر پر (د) غروب ہونے کے قریب (ب)

2۔ گرمی کی شدت سے پریشان تھے:
(الف) چیونٹیاں (ب) پرندے (ج) چیتے اور ہاتھی (د) یہ سب (د)

3۔ دنیا نظر آ رہی تھی:
(الف) سرسبز و شاداب (ب) ایک چٹیل میدان (ج) برف پوش (د) پہاڑی سلسلہ (ب)

4۔ زمین کا منظر تھا:
(الف) تپتے ہوئے توے کی مانند (ب) پانی کی طرح ٹھنڈی (ج) خشک اور بنجر (د) سرسبز (الف)

5۔ دور سے نظر آنے لگی:
(الف) بارات (ب) گرد (ج) فوج (د) بارش کے بادل (ب)

6۔ عمارت کے سامنے کھڑا تھا:
(الف) ایک بوڑھا شخص (ب) ایک بچہ (ج) خوش شکل اور قد آور نوجوان (د) ایک پاسبان (ج)

7۔ نوجوان لباس پہنے ہوئے تھا:
(الف) کالا (ب) رنگین (ج) خاکستری (د) سفید (د)

8۔ گرد سے نمودار ہوا:
(الف) ایک نوجوان (ب) ایک بوڑھا شخص (ج) ایک قافلہ (د) ایک بچہ (ب)

9۔ بوڑھے کی پگڑی تھی:
(الف) نئی (ب) صاف (ج) پھٹی ہوئی (د) ریشمی (ج)

10۔ بوڑھے کی شلوار تھی:
(الف) پیوندوں سے اٹی ہوئی (ب) صاف ستھری (ج) نئی (د) ریشمی (الف)

11۔ بوڑھے کے پاؤں تھے:
(الف) جوتے پہنے ہوئے (ب) ننگے (ج) چھالوں سے بھرے (د) زخمی (ب)

12۔ بوڑھے کی قمیص میں نہ تھے:
(الف) رنگ اور بٹن (ب) جیب اور بٹن (ج) گریبان اور آستین (د) کالر اور جیب (ج)

13۔ نوجوان نے بوڑھے سے پہلا سوال کیا:
(الف) آپ کہاں سے آئے ہیں؟ (ب) آپ پہلے کہاں تھے؟
(ج) آپ کا نام کیا ہے؟ (د) آپ کیوں رو رہے ہیں؟ (ب)

14۔ بوڑھے کا جواب تھا کہ وہ:
(الف) کام کر رہا تھا (ب) سفر کر رہا تھا (ج) سویا ہوا تھا (د) بھاگ رہا تھا (ج)

15۔ نوجوان نے تعجب کا اظہار کیا:
(الف) سورج کی گرمی پر (ب) صُور کی آواز نہ سننے پر (ج) بوڑھے کے لباس پر (د) بوڑھے کی عمر پر (ب)

16۔ بوڑھے نے عمارت میں داخل ہونے کی وجہ بتائی:
(الف) آرام کرنے کے لیے (ب) پانی پینے کے لیے
(ج) کھانا کھانے کے لیے (د) لوگوں کو تلاش کرنے کے لیے (الف)

17۔ نوجوان مسکرایا اور بوڑھے کو دیکھا:
(الف) حقارت سے (ب) غصے سے (ج) حیرانی سے (د) ترس سے (ج)

18۔ نوجوان نے بوڑھے کو بتایا کہ آج ہے:
(الف) عام دن (ب) عید کا دن (ج) جمعہ (د) محشر (د)

19۔ بوڑھے کو جگایا تھا:
(الف) کسی نے آواز دی (ب) سورج کی تپتی شعاعوں نے (ج) بھوک نے (د) پیاس نے (ب)

20۔ نوجوان نے بتایا کہ یہ جنت ان لوگوں کے لیے ہے:
(الف) جنھوں نے اچھے کام کیے (ب) جنھوں نے برے کام کیے (ج) جو امیر تھے (د) جو غریب تھے (الف)

21۔ بوڑھے کا حساب کتاب:
(الف) ہو چکا تھا (ب) ابھی تک نہیں ہوا تھا (ج) کل ہوگا (د) نہیں ہوگا (ب)

22۔ رجسٹر کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ:
(الف) چھوٹا تھا (ب) کاغذوں کا ایک ڈھیر تھا
(ج) ایک کتاب کے برابر تھا (د) چار اونٹوں کے بوجھ سے بھی زیادہ تھا (د)

23۔ بوڑھے نے اپنا نام بتایا:
(الف) ٹہلو (ب) کلیر (ج) کلیڈ (د) تصلو (ج)

24۔ بوڑھے کے باپ کا نام تھا:
(الف) کلیڈ (ب) ٹہلو (ج) کلیر (د) تصلو (ب)

25۔ بوڑھا رہنے والا تھا:
(الف) پنجیں کرز بلوچستان کا (ب) کوئٹہ کا (ج) لاہور کا (د) کراچی کا (الف)

26۔ بوڑھے کی عمر تھی:
(الف) ساٹھ سال (ب) ستر سال (ج) اسی سال (د) پچاس سال (ب)

27۔ نوجوان نے رجسٹر میں دیکھا:
(الف) بوڑھے کا نام (ب) اپنے باپ کا نام (ج) ملک کا نام (د) کچھ نہیں (الف)

28۔ نوجوان کے مطابق بوڑھا:
(الف) جنتی ہے (ب) جنتی نہیں ہے (ج) اجنبی ہے (د) مسافر ہے (ب)

29۔ بوڑھے نے سن رکھا تھا کہ جنتی نہ ہونے والا شخص جائے گا:
(الف) جنت میں (ب) اعراف میں (ج) دوزخ میں (د) زمین پر (ج)

30۔ دوزخ بھرا رہتا ہے:
(الف) آگ اور انگاروں سے (ب) پانی سے (ج) بادلوں سے (د) اندھیرے سے (الف)

31۔ نوجوان کو بوڑھے پر آیا:
(الف) غصہ (ب) ترس (ج) رحم (د) پیار (ج)

32۔ نوجوان نے بوڑھے کو جانے کا اشارہ کیا:
(الف) جنت کی طرف (ب) اس طرف جہاں مکانات تھے (ج) واپس (د) آسمان کی طرف (ب)

33۔ بوڑھا اگلی منزل کی جانب:
(الف) آرام سے گیا (ب) بیٹھ گیا (ج) سو گیا (د) بھاگتا گیا (د)

34۔ بوڑھا جب تھک جاتا تو:
(الف) روتا (ب) سو جاتا (ج) بیٹھ کر ستا لیتا (د) واپس مڑ جاتا (ج)

35۔ بوڑھے کو دور سے نظر آئے:
(الف) محل (ب) مٹی اور گارے کے مکانات (ج) اونچی عمارتیں (د) خیمے (ب)

36۔ مکانات واقع تھے:
(الف) ایک بڑی چار دیواری کے اندر (ب) ایک کھلی جگہ پر (ج) پہاڑ کے اوپر (د) ندی کے کنارے (الف)

37۔ دوسرے نوجوان کی شکل وصورت تھی:
(الف) پہلے نوجوان سے بہتر (ب) پہلے نوجوان جیسی (ج) پہلے نوجوان جیسی نہیں مگر اچھی تھی (د) ڈراؤنی (ج)

38۔ بوڑھے نے دوسرے نوجوان کے بارے میں سوچا کہ وہ پہلے نوجوان کا ہے:
(الف) بھائی (ب) دشمن (ج) ہم پیشہ (د) دوست (الف)

39۔ دوسرے نوجوان سے بوڑھے نے کی:
(الف) بحث (ب) سلام (ج) لڑائی (د) دوستی (ب)

40۔ بوڑھے نے دوسرے نوجوان سے کہا تلاش کرنے کو:
(الف) جنت کا نام (ب) باپ کا نام (ج) اپنا نام (د) اپنے گھر کا پتہ (ج)

41۔ بوڑھا گرمی برداشت نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ:
(الف) وہ بیمار تھا (ب) اسے شدید گرمی لگ رہی تھی (ج) وہ بوڑھا تھا (د) وہ بھوکا تھا (ب)

42۔ دوسرے نوجوان نے رجسٹر میں تلاش کیا:
(الف) بوڑھے کا نام (ب) اپنے دوست کا نام (ج) اپنے گھر والوں کا نام (د) کچھ نہیں (ب)

43۔ دوسرے نوجوان نے بوڑھے کا نام پڑھا:
(الف) کلیڈ (ب) کلیر (ج) ٹہلو (د) تھلو (ج)

44۔ دوسرے نوجوان نے بوڑھے کے باپ کا نام پڑھا:
(الف) ٹہلو (ب) تھلو (ج) کلیڈ (د) کلیر (ب)

45۔ بوڑھے اور نوجوان کے درمیان الجھن تھی:
(الف) زبان کی (ب) عربی اور بلوچی کے فرق کی (ج) ناموں کے تلفظ کی (د) ان سب کی (د)

46۔ دوسرے نوجوان نے بوڑھے کو اشارہ کیا:
(الف) شمال کی جانب (ب) مشرق کی جانب (ج) مغرب کی جانب (د) جنوب کی جانب (ب)

47۔ دوسرے نوجوان نے بوڑھے سے بیزار ہو کر:
(الف) منہ پھیر لیا (ب) اسے مارا (ج) اسے پانی دیا (د) اسے بٹھا دیا (الف)

48۔ بوڑھے نے پوچھا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے:
(الف) جنت (ب) دوزخ (ج) اعراف (د) محشر (ج)

49۔ اعراف کے بارے میں بتایا گیا کہ وہاں لوگ:
(الف) ہمیشہ رہتے ہیں (ب) چند سال گزار کر جنت میں جاتے ہیں
(ج) کبھی نہیں نکلتے (د) واپس دنیا میں جاتے ہیں (ب)

50۔ بوڑھا روانہ ہوا:
(الف) جنت کی طرف (ب) مغرب کی طرف (ج) مشرق کی طرف (د) واپس (ج)

51۔ بوڑھے نے دور سے دیکھی:
(الف) آگ جلتی ہوئی (ب) روشنی (ج) پانی (د) ایک عمارت (الف)

52۔ آگ کے شعلے تھے:
(الف) سرخ (ب) سبز (ج) کالے (د) یہ سب (د)

53۔ آگ کی گرمی نے بوڑھے کو:
(الف) دور کر دیا (ب) آلیا (ج) کچھ نہ کیا (د) مار ڈالا (ب)

54۔ آگ کے پاس بوڑھے کا خیر مقدم کیا:
(الف) ایک کالے اور بدشکل شخص نے (ب) ایک فرشتے نے
(ج) ایک خوش شکل نوجوان نے (د) ایک بوڑھے نے (الف)

55۔ کالا شخص تھا:
(الف) بہت خوب صورت (ب) انتہائی کالا اور بدشکل (ج) عام انسان (د) ایک فرشتہ (ب)

56۔ کالے شخص کی ناک تھی:
(الف) چھوٹی (ب) لمبی (ج) ہاتھی کی ناک جیسی (د) سیدھی (ج)

57۔ کالے شخص کی آنکھیں تھیں:
(الف) چہرے پر (ب) پیشانی پر (ج) گالوں پر (د) گردن پر (ب)

58۔ کالے شخص کے ہاتھ میں تھا:
(الف) ایک موٹا سا ڈنڈا جس کا سرا جلا ہوا تھا (ب) ایک تلوار (ج) ایک رجسٹر (د) ایک کتاب (الف)

59۔ کالا شخص تھا:
(الف) پہلے نوجوانوں سے بدتر (ب) اخلاق و ہمدردی میں پچھلے نوجوانوں سے بہتر (ج) پہلے جیسا (د) غصہ ور (ب)

60۔ کالے شخص نے کہا کہ یہاں کوئی نہیں ہے:
(الف) پانی (ب) سایہ (ج) رجسٹر (د) آرام (ج)

61۔ کالے شخص کے مطابق یہاں آنے والے کو لاتے ہیں:
(الف) خود (ب) فرشتے (ج) انسان (د) پرندے (ب)

62۔ فرشتے لوگوں کو پھینکتے ہیں:
(الف) کنوؤں میں (ب) دریاؤں میں (ج) آگ میں (د) گڑھوں میں (الف)

63۔ بوڑھا حیران تھا کہ اس کی قوم کا:
(الف) کوئی فرد نظر نہیں آ رہا تھا (ب) سارے لوگ موجود تھے
(ج) امیر لوگ موجود تھے (د) غریب لوگ موجود تھے (الف)

64۔ بوڑھے نے کالے شخص سے درخواست کی:
(الف) پانی کی (ب) قوم کو دکھانے کی (ج) جنت میں جانے کی (د) آرام کی (ب)

65۔ پہلے کنوئیں میں لوگ:
(الف) شور مچا رہے تھے (ب) ہنس رہے تھے (ج) خاموشی سے جل رہے تھے (د) رو رہے تھے (ج)

66۔ بوڑھے نے پہلے کنوئیں کے بارے میں کہا:
(الف) یہ میری قوم ہے (ب) یہ میری قوم نہیں ہے (ج) شاید یہ میری قوم ہے (د) یہ تو بہت اچھے ہیں (ب)

67۔ پہلے کنوئیں کی قوم کے بارے میں بوڑھے نے کہا:
(الف) یہ بہت کاہل ہے (ب) یہ بہت تیز ہے (ج) میری قوم اتنی کاہل نہیں تھی (د) میری قوم بہت امیر تھی (ج)

68۔ دوسرے کنوئیں کے لوگوں میں تھی:
(الف) دشمنی (ب) بے پناہ ہمدردی (ج) خود غرضی (د) بزدلی (ب)

69۔ دوسرے کنوئیں کے لوگوں کی کوشش تھی کہ:
(الف) دوسرے کی بجائے وہ ہی جل جائے (ب) دوسرے نکل جائیں (ج) خود نکل جائیں (د) کسی کو نہ نکالیں (الف)

70۔ دوسرے کنوئیں کے بارے میں بوڑھے نے کہا:
(الف) یہ میری قوم ہے (ب) یہ قوم میری نہیں ہو سکتی (ج) یہ تو بہت بہادر ہیں (د) یہ تو میری قوم جیسے ہیں (ب)

71۔ تیسرے کنوئیں کے لوگ تھے:
(الف) بہادر (ب) امیر (ج) بزدل (د) غریب (ج)

72۔ تیسرے کنوئیں کے لوگ:
(الف) ہنس رہے تھے (ب) رو رہے تھے (ج) لڑ رہے تھے (د) سو رہے تھے (ب)

73۔ تیسرے کنوئیں کے لوگ کوشش کر رہے تھے:
(الف) ایک دوسرے کے نیچے گھسنے کی (ب) ایک دوسرے کو نکالنے کی
(ج) باہر بھاگنے کی (د) آرام کرنے کی (الف)

74۔ تیسرے کنوئیں کے بارے میں بوڑھے نے کہا:
(الف) یہ میری قوم ہے (ب) ایسی بزدل قوم میری نہیں ہو سکتی
(ج) یہ تو بہت متحد ہیں (د) یہ بہت اچھے ہیں (ب)

75۔ چوتھے کنوئیں کی آگ پھیلی ہوئی تھی:
(الف) کناروں تک (ب) تھوڑی سی (ج) کہیں کہیں (د) نہیں تھی (الف)

76۔ بوڑھے نے کنوئیں کے لوگوں کو دیکھا:
(الف) دور سے (ب) قریب سے (ج) اپنی آنکھیں موند کر (د) سرسری طور پر (ج)

77۔ بوڑھا چیخ اٹھا:
(الف) خوف سے (ب) خوشی سے (ج) درد سے (د) پہچان کر (د)

78۔ بوڑھے نے کہا:
(الف) یہ میری قوم ہے (ب) یہ میری قوم نہیں ہے
(ج) میں اسے نہیں جانتا (د) یہ بہت اچھے لوگ ہیں (الف)

79۔ کالے شخص نے بوڑھے سے پوچھا:
(الف) آپ کا نام کیا ہے؟ (ب) آپ نے انھیں کیسے پہچانا؟
(ج) آپ کہاں سے آئے ہیں؟ (د) آپ کا باپ کون ہے؟ (ب)

80۔ کنوئیں کے لوگوں کی حالت تھی:
(الف) شکلیں مسخ ہو چکی تھیں (ب) کھالیں اتر چکی تھیں (ج) الف اور ب دونوں (د) کچھ نہیں (ج)

81۔ بوڑھے کے مطابق قوم پہچانی جاتی ہے:
(الف) شکل سے (ب) کردار سے (ج) نام سے (د) لباس سے (ب)

82۔ کنوئیں کے ہر فرد کی کوشش تھی:
(الف) دوسرے کو نکالنے کی (ب) آرام کرنے کی (ج) کنوئیں سے باہر نکلنے کی (د) خود جلنے کی (ج)

83۔ جب کوئی باہر نکلنے کے قریب ہوتا تو دوسرے:
(الف) اس کی مدد کرتے (ب) پاؤں پکڑ کر کھینچ لیتے (ج) ہنستے (د) دیکھتے رہتے (ب)

84۔ دوسرے اسے دوبارہ گرا دیتے تھے تاکہ:
(الف) وہ نکل نہ جائے (ب) وہ آرام کرے (ج) وہ جل جائے (د) کوئی نہ دیکھے (الف)

85۔ بوڑھے کے مطابق اس کی قوم تھی:
(الف) بزدل (ب) متحد (ج) ہمدرد (د) غیر متحد اور بغض و عناد رکھنے والی (د)

86۔ بوڑھے نے کہا کہ یہ کردار تھا:
(الف) صرف اس کی قوم کا (ب) تمام قوموں کا (ج) کسی قوم کا نہیں (د) صرف بہادروں کا (الف)

87۔ گرمی کی شدت سے بوڑھا تھا:
(الف) خوش (ب) پسینے سے شرابور (ج) ٹھنڈا (د) غصے میں (ب)

88۔ بوڑھے کو جنت جانے کی جلدی تھی کیوں کہ:
(الف) اسے بھوک لگی تھی (ب) اسے نماز پڑھنی تھی (ج) وہ گرمی سے مرا جا رہا تھا (د) اسے لوگوں سے ملنا تھا (ج)

89۔ دوزخ میں لوگ:
(الف) آرام کر رہے تھے (ب) جل رہے تھے (ج) سو رہے تھے (د) ہنس رہے تھے (ب)

90۔ ہاتھ پاؤں نہیں ہلا رہے تھے:
(الف) پہلے کنوئیں کے لوگ (ب) دوسرے کنوئیں کے لوگ
(ج) تیسرے کنوئیں کے لوگ (د) چوتھے کنوئیں کے لوگ (الف)

91۔ ایک دوسرے کے نیچے گھسنے کی کوشش کر رہے تھے:
(الف) تیسرے کنوئیں کے لوگ (ب) دوسرے کنوئیں کے لوگ
(ج) پہلے کنوئیں کے لوگ (د) چوتھے کنوئیں کے لوگ (الف)